
حجاز
جدید
دہلی
September 1992
7/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمانِ دین و دانش

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

سالارِ کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

مدیر مسئول ________ یٰسٓ اختر مصباحی

مدیر معاون ________ فتح احمد بستوی مصباحی

زرِ اشتراک

سالانہ اعزازی /۱۱۱ ـ عمومی /۸۰
ششماہی /۴۵ ـ فی شمارہ /۷

بیرونِ ملک

پاکستان	۳۰۰/- روپے	عمان	۸/- عمانی ریال
سعودی عرب	۸۰/- سعودی ریال	متحدہ عرب امارات	۸۵/- درہم
قطر	۸۵/- قطری ریال	برطانیہ	۲۰/- پونڈ
کویت	۷/- دینار	امریکہ	۲۲/- ڈالر
بحرین	۸/- دینار		

ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
مطابق ستمبر ۱۹۹۲ء

جلد ۵ شمارہ ۵ فون ۳۲۸۳۱۸۲

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر محمد یٰسٓ اختر مصباحی نے ایس۔ کے آفسیٹ پریس مٹیا محل دہلی ۶ سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ حجاز جدید ۸۸ ۱۔ اسٹریٹ ۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ
منیجر ماہنامہ حجاز جدید
۴۲۳ مٹیا محل، جامع مسجد۔ دہلی ۶

ڈرافٹ پر صرف حجاز جدید منتقلی لکھیں

HIJAZ JADEED MONTHLY

کاروانِ حجاز

ان الدین عند اللہ الاسلام

مذہبی رسائل و مجلات کی غمگین داستان

از: اختر مصباحی

"صحافت" موجودہ دور کا ایک نہایت طاقتور، موثر اور ہمہ گیر ذریعہ ابلاغ ہے۔ دور اندیش اور تعلیم یافتہ اقوام اس کی مدد سے مختلف میدانوں میں حیرت انگیز کامیابیوں سے ہمکنار ہو رہی ہیں۔ ذہنوں کی تعمیر یا تخریب میں اس کا زبردست کردار ارباب فکر و نظر کے نزدیک ایک مسلمہ حقیقت سے کم نہیں۔

ہندوستانی صحافت کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے تو انگریزی اور ہندی دونوں زبانوں کو پورے ملک کی سبھی زبانوں پر تفوق و برتری حاصل ہے۔ جس کے بہت سارے اسباب ہیں۔ مثلاً انگریزی ایک بین الاقوامی ترقی یافتہ زبان ہے۔ اور ساتھ ہی ہندوستان پر ایک طویل مدت تک انگریزوں کی حکومت کی وجہ سے ہندوستانی قوم اب بھی اس کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہے۔ اس لیے یہاں انگریزی صحافت دوسری سبھی زبانوں کی صحافت پر حاوی اور بھاری ہے۔ جبکہ دوسرے نمبر پر ہندی صحافت اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ کیونکہ اسے "راشٹر بھاشا" کے طور پر قانونی تحفظ کے ساتھ ساتھ فروغ و استحکام کے جملہ حقوق آزادی کے بعد ہی سے حاصل ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی تقویت کے لئے "ہندی ہندو ہندوستان" کا نعرہ بھی جذباتی وابستگی کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتا جا رہا ہے۔

ہندوستان کی دیگر ایک درجن قومی زبانیں جن میں اردو بھی شامل ہے۔ ان کے اخبارات و رسائل بھی اپنے اپنے حلقوں میں خاصی حد تک رائج و مقبول ہیں۔ اور اپنے اپنے وسائل کے اعتبار سے ان کے اثرات بھی ہیں۔

لیکن اردو زبان جسے اگر "بیچاری اردو" کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اس کی صحافت نہایت کسمپرسی اور بے بسی کی کیفیت سے دوچار ہے۔ چند کو چھوڑ کر تقریباً نوے فیصد اخبارات و رسائل اور صحف و مجلات کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ جس کے دو اسباب بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ اردو کے قارئین خریدنے کی بجائے مانگ کر پڑھنے کے عادی ہیں۔ کسی ایک انجمن، لائبریری، یا چائے خانہ میں ایک اخبار یا رسالہ آجائے تو وہ پورے محلہ والوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جب تک اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں اور اس کی صورت مسخ نہ ہو جائے اس وقت تک اس کا مطالعہ جاری رہتا ہے۔ لیکن الگ الگ خرید کر پڑھنے کی لوگوں کو توفیق نہیں ہوتی۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اسے نہ گورنمنٹ کے اور نہ پرائیوٹ کمپنیوں کے مناسب اشتہارات مل پاتے ہیں۔ جبکہ اشتہارات ہی کسی اخبار یا رسالہ کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ اور انھیں کے ذریعہ کچھ منافع بھی حاصل ہو پاتا ہے۔

اس طرح قوت خرید کی کمی اور اشتہارات کے عدم حصول نے ان کی کمر توڑ رکھی ہے۔ کہیں سے کوئی اشتہار ملا بھی تو کئی چکر لگانے کے بعد۔ اور اس کا ریٹ بھی انگریزی و ہندی کے مقابلہ میں نہایت معمولی ہوتا ہے۔

اشتہارات کی عدم دستیابی کی وجہ تو وہ عصبیت ہے جو ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کا تعاقب کر رہی ہے۔ اردو کو چونکہ عام طور پر مسلمانوں کی (اور بعض انتہا پسندوں کے خیال کے مطابق حملہ آوروں کی) زبان سمجھا جاتا ہے اس لئے اس کے ساتھ بھی سوتیلا سلوک برتا جاتا ہے۔ البتہ "قوت خرید" جو محبان اردو کا اپنا معاملہ ہے اس کی کمی اور کمزوری ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ ہماری قوم کے افراد گھریلو اخراجات میں بیشتر اوقات فضول خرچی اور نمائش و آرائش کا جو مظاہرہ کرتے ہیں وہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ شادی بیاہ کے مواقع پر ان کی دولت جس طرح بے دریغ لٹتی ہے اس کا حال سب پر عیاں ہے۔ بازار میں چائے پان وغیرہ پر ان کا جو یومیہ خرچ ہوتا ہے اسے بھی بتلانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن کسی اردو اخبار و رسالہ کے خریدنے کی بات بھی ان کے سامنے آجائے تو ان کی کفایت شعاری اور احتیاط پسندی کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

ذرا آگے بڑھ کر اردو کے مذہبی رسائل و مجلات پر نظر ڈالئے تو ان کا حال اور زیادہ تشویشناک ہے۔ غیر مذہبی اردو اخبارات

ورسائل کو تو کچھ اشتہارات کبھی کبھی مل بھی جاتے ہیں مگر مذہبیت کی چھاپ جس اردو رسالہ پر ہو وہ کچھ زیادہ ہی بے توجہی اور بے اعتنائی کا شکار ہوتا ہے۔ اور اس کے سامنے ایک دشواری یہ بھی ہے کہ وہ کوئی غیر شرعی اور غیر مہذب اشتہار چھاپ بھی نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا اقدام کرے تو خود اس کے اپنے اغراض و مقاصد مجروح ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی ضرورت وافادیت ختم ہو جاتی ہے۔

اسلئے اب لے دے کر اس کی بقا کا واحد ذریعہ خریدار اور صرف خریدار ہیں۔ جن کی روش آپ سبھی حضرات کے سامنے ہے۔

مذہبی رسائل و مجلات کے اجرا کے وقت مدیر کے ذہن میں طرح طرح کی خوش فہمیاں ہوتی ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا رسالہ نکلتے ہی لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ خرید لیں گے۔ بہت سے مخیر حضرات اس کے تعاون کے لئے آگے بڑھیں گے۔ اور کچھ ہی دنوں میں وہ خود کفیل ہو کر اپنی ایک مستقل حیثیت اور شناخت بنا لے گا۔ تعریفی خطوط اور زبانی یقین دہانیوں کا سلسلہ بھی چل پڑتا ہے۔ لیکن چند ہی شماروں کے بعد اسے اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی کہ

ع خواب تھا جو کچھ بھی سوچا جو سنا افسانہ تھا

مخصوص جماعتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو سنّی رسائل کا حال اور زیادہ بُرا ہے۔ کوئی سسکیاں لے رہا ہے۔ کوئی ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ کوئی دم توڑ رہا ہے۔ اور کسی کی تجہیز و تکفین ہو رہی ہے۔

ماہنامہ استقامت کانپور کا دو چار مہینہ میں کوئی شمارہ منظر عام پر آجاتا ہے۔ ماہنامہ قاری دہلی کی اشاعت تقریباً چھ ماہ سے بند ہے۔ ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف اور ماہنامہ نور مصطفی پٹنہ کا بھی یہی حال ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ماہنامہ اعلیحضرت بریلی شریف، ماہنامہ سنّی دنیا بریلی شریف کا مسلسل خسارہ ان کے ارباب حل و عقد جس طرح برداشت کرتے ہیں وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ ماہنامہ المیزان کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ کئی سال پہلے وہ ہمیں داغ مفارقت دے چکا ہے۔

ایسے ناگفتہ بہ حالات میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ماہنامہ حجاز دہلی بڑے اطمینان بخش ماحول میں اشاعت پذیر ہو رہا ہے؟

ع ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منھ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

رسائل نکلتے ہیں اور بند بھی ہوتے ہیں۔ اور ہر چیز اس طرح کے حالات سے دوچار ہوتی ہے۔ روزانہ بس، ٹرین اور ہوائی جہاز چلتے ہیں جن میں سے بعض حادثات کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن کیا محض ان حادثات کی وجہ سے کوئی شخص ان بسوں، ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کا سفر چھوڑ دیتا ہے؟

اگر مسئلہ صرف اس کا ہو کہ آئندہ شمارہ کو منظر عام پر لانے کے لئے چند مضامین کی کمی ہے۔ تو ایک دو روز کی قلمی محنت سے یہ کمی پوری ہو سکتی ہے۔ اگر مسئلہ صرف ہو یہ کہ اس کی کتابت و طباعت اور ترسیل میں کچھ اور وقت درکار ہے۔ تو دوڑ دھوپ اور محنت کر کے یہ کام بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ مسئلہ درپیش ہو کہ اس شمارہ کی کتابت و طباعت و دیگر اخراجات کے لئے دس ہزار روپے کی ضرورت ہے تو پھر اس کا انتظام کرنے کی کیا تدبیر ہے؟

ایک دو بار تو اپنی جیب سے یا کسی سے قرض لے کر کام نکالا جا سکتا ہے۔ مگر بار بار یہ بوجھ برداشت کرنا کس کے بس کی بات ہے؟ اس کے برعکس کتابوں کا معاملہ یہ ہے کہ انھیں بار بار چھاپا اور فروخت کیا جاتا ہے۔ مگر رسائل کو ایک ماہ بعد کوئی خریدنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اور ان کی کتابت اور فلم ایک دفعہ — چھاپنے کے بعد بیکار ہو جاتی ہے جبکہ کسی ایک کتاب کی کتابت اور فلم ایک بار بن جائے تو بغیر نئی لاگت کے اسے ہی بار بار چھاپ سکتے ہیں۔

قارئین کی طرف سے جس چیز کی بھرمار ہوتی ہے۔ وہ ہے "مفید مشورہ اور نیک خواہش" — جس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مگر قابلِ غور نکتہ ہے کہ اس قیمتی تحفہ کو سجا سنوار کر کہاں کہاں اور کتنا رکھا جائے۔؟

کاتب اپنی اجرت طلب کرے۔ کاغذی اپنی رقم کا مطالبہ کرے، پریس والا اپنا بل دکھائے۔ بنڈر اپنا پیسہ مانگے تو کیا اسے "مفید مشورہ اور نیک خواہش" کی سوغات پیش کر کے مطمئن کیا جا سکتا ہے؟

ایسی صورت میں ان سب کا صرف ایک اور متفقہ جواب ہو گا کہ

"مفید مشورہ اور نیک خواہش" — آپ اپنے پاس حفاظت سے رکھئے۔ ہمیں تو ہمارا پیسہ اور معاوضہ چاہیئے۔

اپنے منصوبہ کے تحت کوئی مدیر رسالہ نکالنے سے پہلے یہ سوچ کر پہلے ہزار پانچ سو افراد سالانہ خریدار بنالیے جائیں اس کے بعد رسالہ نکالا جائے تاکہ اپنے پاس ایک معقول سرمایہ پیشگی فراہم جائے اور کوئی دشواری نہ پیش آئے۔ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ آپ رسالہ نکال لیں اس کے بعد ہم خریدار بن جائیں گے۔

کسی طرح کچھ انتظام کر کے رسالہ نکال کر مدیر اپنے متوقع خریداروں تک پہنچے تو اسے جواب ملے گا کہ ابھی کم سے کم سال بھر تو رسالہ چلنے دیجئے اس کے بعد پھر ہم خریدار بن جائیں گے۔ کیونکہ ہمارے رسالے تو نکلتے ہیں اور سال چھ مہینہ میں بند ہو جاتے ہیں۔

خیر! کسی طرح جی مر کے چھ ماہ یا سال بھر رسالہ نکل گیا تو اس کے بعد یہ خوبصورت بہانہ تراش لیا جاتا ہے کہ بھئی! آج سے پچیس سال پہلے میں فلاں رسالہ کا خریدار بنا تھا مگر اس کے صرف دو یا تین شمارے ہی مجھے ملے۔ کوئی کہتا ہے کہ پندرہ سال پہلے میں فلاں رسالہ کا خریدار بنا تھا اور اس کا کوئی شمارہ اب تک مجھے نہیں ملا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ حوصلہ شکن اور دلخراش جوابات سن کر مدیر کے حوصلے پست ہونے لگتے ہیں۔ دوسری طرف اس کا مالیاتی فنڈ بھی تقریباً جواب دے چکا ہوتا ہے۔ اور وہ تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے ایک طرف اس کا رسالہ مرحوم و مغفور ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ذہنی الجھن، مالی خسارہ، یا قرض کا بوجھ الگ سے اس کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔

اگر کسی رسالہ کا حلقہ اثر اچھا ہوا اور اس کے مداح و معاونین نے اچھی تعداد میں کسی طرح دو ایک بار خریدار بنا دیئے تو دو تین سال بعد ان کی تعداد اور دلچسپی بھی گھٹنے لگتی ہے اور وہ تشویش و اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے۔

کوئی بھی رسالہ کم از کم تین ہزار کی تعداد میں ہر ماہ چھپنے لگے تو وہ خسارہ کی زد سے باہر آجاتا ہے۔ لیکن میرے علم کے مطابق ہندوستان بھر کے اردو دینی رسائل میں شاید ہی کسی کی تعداد ڈھائی ہزار بھی ہو۔ ورنہ سب کے سب سات آٹھ سو سے لے کر دو ہزار کے اندر ہی کراہ رہے ہیں۔

ایسی شکل میں یہ رسائل اپنے اسٹاف اور ایڈیٹر کو مالی منفعت کیا پہنچا سکیں گے جبکہ اپنے ہی بوجھ کو برداشت کرنا ان کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے۔

سالانہ خریدار بنانے میں بھی کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور لوگوں کی کیسی کیسی بقراطیاں سقراطیاں جھیلنی پڑتی ہیں اس کا اندازہ کرنا ہو تو آپ خود اپنے شہر اور حلقہ اثر میں کسی بھی "سنی" رسالہ کے سالانہ خریدار صرف تین سال بنا کر دیکھ لیں۔ لازمی طور پر آپ اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ یا تو اس سلسلے میں میرا اثر بھی لوگوں کو آمادۂ خریداری نہیں کر پا رہا ہے۔ یا یہ فیصلہ کر دیں گے کہ لوگوں کی بے حسی اور بدذوقی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ اور ان کے اندر ذوق مطالعہ کا افسوس ناک حد تک فقدان ہے۔

ویسے بعض مولوی حضرات بھی کسی دورہ کے وقت بڑے اعتماد کے ساتھ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اس وقت تو فلاں مجبوری ہے۔ اس لئے میں ایک ماہ کے اندر اندر دس پندرہ خریدار بنا کر ادارہ کو اس کی رقم بھیج دوں گا۔ اب یہ مسئلہ الگ ہے کہ وہ ایک ماہ سال بھر بعد بھی ظہور پذیر نہیں ہوتا۔

رسائل کے سلسلے میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگ اسے ایک تجارت سمجھتے ہیں۔ جبکہ انھیں آسانی کے ساتھ یہ حقیقت سمجھ میں آنی چاہئے کہ اس کے اندر ذرا بھی مالی منفعت ہوتی تو یہ رسائل بند ہی کیوں ہوتے؟

تدریس و خطابت اور بیعت و امامت کا جو معاملہ ہے وہی مذہبی صحافت کا بھی ہے۔ اب انھیں جو چاہے وہ ذریعۂ تبلیغ دین سمجھے اور جو چاہے وہ تجارت سمجھے۔

کوئی ممتاز مقرر اگر کسی جلسہ کے لیے سفر خرچ لے کر اپنی کسی مجبوری کے تحت وقت مقررہ پر جلسہ میں شرکت نہ کر سکے جب بھی منتظمین اسے دوبارہ سہ بارہ سفر خرچ دے کر اپنے یہاں بلانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے مگر پچیس سال پہلے کوئی شخص کسی رسالہ کو پندرہ بیس روپے دے کر سالانہ خریدار بنا ہے اور کسی وجہ سے وہ رسالہ اس تک نہیں پہنچ سکا یا گردش حالات کے تحت بند ہو گیا۔ تو وہ شخص اپنے اس پندرہ

بیس روپے کا زندگی بھر ہر رسالہ کی خریداری کے وقت ذکر کرے گا اور اسے ہی سپر بنا کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرے گا۔ خدا جانے یہ انداز فکر کیوں اور کہاں سے پیدا ہو گیا؟

خود میرا اپنا تجربہ ہے کہ متعدد جلسوں میں مجھے مدعو کیا گیا۔ منتظمین کے اصرار پر میں نے شرکت کی۔ حسب عادت نشستوں میں گفتگو کی مگر جلسوں میں کوئی تقریر نہ کی۔ اس کے باوجود کہیں ہزار روپے کا نذرانہ لوگوں نے پیش کیا اور کہیں پندرہ سو روپے کا۔ باقی اعزاز و استقبال اور خاطر مدارات وغیرہ الگ ہے۔ اور اگر وہیں برسبیل تذکرہ بھی ماہنامہ حجاز کی ممبر سازی کی بات آگئی تو جیسے کوئی ناگہانی آفت ان کے سر پر ٹوٹ پڑی ہے۔ گویا آپ جلسہ میں شرکت فرما کر ہزار پندرہ سو کا نذرانہ تو قبول فرما لیجئے مگر سالانہ خریداری کے لئے جس کے بدلے بارہ کاپیاں ہر ماہ ڈاک سے ملیں گی اس کے نام پر اگر اسی روپے چند لوگوں نے بھی اپنی جیب سے نکال دیئے تو اس شہر یا قصبہ کا دیوالیہ ہو جائے گا اور لوگ مالی بحران میں مبتلا ہو جائیں گے۔

یعنی اسی روپے لے کر سال بھر حساب دینے اور خدمت کرنے کے لئے کوئی تیار ہو تو قوم کو یہ سودا منظور نہیں مگر جلسہ میں شریک ہو کر آگے ایک دن بھی کسی طرح کا کوئی حساب دینے کو تیار نہ ہو تب بھی اسے ہزار دو ہزار روپے نذرانہ دینے میں دنیا و آخرت کی بے شمار نیکیاں اور بھلائیاں استقبال کرنے کے لئے بے چین نظر آتی ہیں۔

عہد حاضر کے بہت سے مشائخ عظام اور پیران کرام کی برکتوں سے قوم جس طرح فیض یاب ہو رہی ہے اور قوم کے نذرانوں سے انھیں خوشحالیوں کے منازل و مدارج طے کرنے کی جو سہولیات میسر آتی ہیں۔ ان کا ذکر کر کے کوئی اپنی عاقبت . . . . نہیں بلکہ اپنی دنیا کیوں خراب کرے؟ کیونکہ ان کی قہر آلود نگاہوں کی تاب لانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں اور ان کی تقدس مآب پیشانیوں کی شکن کسی کے نقش ہستی پر جانے کیسے کیسے سوالیہ نشان پیدا کر ڈالے؟ ؎

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو قوم جلسہ و جلوس نذر و نیاز اور عرس و میلاد کے نام پر لاکھوں کروڑوں روپے ہر سال قربان کر ڈالتی ہے۔ وہ مذہبی رسائل کے معاملہ میں اتنی بے حس کیوں ہے؟ کیا مذہبی صحافت کے ذریعہ دین کی تبلیغ نہیں ہوتی؟ کیا اس کے ذریعہ کتاب و سنت کا پیغام لاکھوں انسانوں تک نہیں پہنچایا جاتا؟ کیا اس کے صفحات پر سیرت رسول کے آفتاب و ماہتاب کی شعاعیں نہیں بکھرتیں؟ کیا اس کے لبوں سے محبوب کردگار کی نعت و مدحت سرائی کے لاہوتی نغمے نہیں پھوٹتے؟ کیا اس کے سینے خلفاء راشدین و صحابہ کرام کی لازوال خدمات کے بیان سے روشن و تابناک نہیں؟ کیا اس کے دامن میں امہات مومنین اور پاک طینت صحابیات کے ذکر جمیل کی ایمان افروز خوشبو نہیں؟ کیا اس کے خیابان میں مفسرین و محدثین اور فقہاء و علماء ذوی الاحترام کا خرام ناز نہیں؟ کیا اس کے چمنستان علم و فضل میں علوم اسلامیہ کی فصلیں نہیں لہلہاتیں؟ کیا اس کے چشمہ سیال سے بے تاب انسانی روحیں سیراب نہیں ہوتیں؟ کیا اس کے خوان حکمت و دانش سے عصر حاضر کے دانش ور خوشہ چینی نہیں کرتے؟ کیا اس کے گوشۂ اصلاح و تربیت سے قابل تقلید مسلم معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کا حیات آفریں درس نہیں دیا جاتا؟ کیا اس کی فصیل پر وقار اسلام و مسلمین کا پرچم نہیں لہراتا؟

اور کیا مذہبی صحافت کے میدان سے عہد قدیم و جدید کے طواغیت پر شمشیر و سناں کی بارش نہیں ہوتی؟ کیا اس کی نوک خارا شگاف سے دشمنان اسلام و اعداء دین کے جسم چھلنی نہیں ہو جاتے؟ کیا اس کی بے باک تحریروں سے الحاد و بے دینی کے علمبرداروں، اور تہذیب فرنگ کے داعیوں کے ناپاک منصوبے خاک میں ملتے نظر نہیں آتے؟ کیا اس کے باطل سوز تیور دیکھ کر بدعقیدگی کے اصنام لرزہ براندام نہیں ہو جاتے؟ اور کیا اس کے نور ہدایت سے وادی کفر و ضلالت کی شب تاریک میں ایمان و یقین کا اجالا نہیں پھیل جاتا؟

جواب آپ کو دینا ہے اور بہت جلد۔ کل نہیں بلکہ آج۔ کیونکہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وہ ہوا کے دوش پر بیٹھ کر اڑ جاتا ہے اور پھر کبھی واپس نہیں آتا۔

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

کنز الایمان اور عظمتِ توحید

یٰسٓ اختر مصباحی

لکھنؤ کی سرزمین پہ منعقد ہونے والا آج کا (۱۰ ارشوال ۱۴۱۲ھ ۱۴ اپریل ۱۹۹۲ء) یہ عظیم الشان امام احمد رضا سیمینار پورے صوبہ اترپردیش بلکہ برصغیر ہند وپاک کی جانب سے اس جلیل القدر عالم دین اور اپنے عہد کے قابلِ افتخار عاشقِ رسول کی بارگاہ میں پُرخلوص نذرانۂ عقیدت ہے جو خانوادۂ فرنگی محل اور دیارِ شاہ مینا کے علم و روحانیت کا سچا وارث و جانشین ہے۔ اور جس کے بحرِ فضل وکمال کی موجیں آج بھی اسی طرح متلاطم ہیں جیسے دریائے گومتی کی پُرشور لہریں ہم مشتاقانِ دید کی نگاہوں کے سامنے رواں دواں ہیں۔

قرآنی علوم ومعارف کے شناور و اداشناس امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے کنز الایمان کے نام سے قرآن حکیم کا ترجمہ بھی کیا ہے اور اس کی بھرپور ترجمانی بھی۔ اس کے رموز واسرار کو سمجھا بھی ہے اور سمجھایا بھی۔ اور اس جامع و بلیغ ترجمہ کے اندر عظمتِ توحید کا ایسا پاس ولحاظ رکھا گیا ہے کہ دوسرے اردو تراجم قرآن میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

یہ مترجم قرآن کتاب وسنت کا وہی شارح و ترجمان ہے۔ جس نے سبحٰن السبوح جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھ کر امکان کذب باری تعالیٰ کے سارے دلائل وبراہین کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ اور اس کے جواز کے قائل بڑے بڑے اساطین وصنادید کی زبانیں گنگ ہوکر رہ گئیں۔

میرے آج کے مختصر سے مقالہ کا عنوان ہے۔ "کنز الایمان اور عظمتِ توحید" اور میں اپنے موضوع کی مناسبت سے چند قرآنی آیات کے اردو تراجم کے ایک سرسری تقابلی مطالعہ کے ذریعہ اس حقیقت کی نشاندہی کروں گا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے اُن آیات کے ترجمہ میں احتیاط کا دامن کس مضبوطی کے ساتھ تھام رکھا ہے۔ جہاں ایک ادنیٰ سی لغزش بھی بارگاہ الوہیت میں سوءِ ادب کا باعث بن سکتی ہے اور مترجم کے علم وفضل کا سارا بھرم کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

اب آپ پوری توجہ کے ساتھ آیاتِ کریمہ اور انکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

۱۔ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (۵۴۔ انعام ۶)

تمھارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے۔ (کنز الایمان)

لکھ لیا ہے تمھارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

تمھارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔

(ترجمہ اشرف علی تھانوی)

یہ تین ترجمے آپ کے سامنے ہیں۔ غور فرمائیں تو بڑی آسانی کے ساتھ آپ کو سمجھ میں آجائے گا کہ ادب اور احتیاط کی جس بلند منزل پہ ترجمۂ رضویہ (کنز الایمان) فائز ہے وہاں تک دوسرے تراجم کی رسائی نہیں۔ "ذمۂ کرم" پر رحمت لازم کرلی ہے" یہ کتنی بلیغ ترجمانی

۲۔ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ۔ (۸۱۔ زخرف ۲۵)

تم فرماؤ بفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔ (کنز الایمان)

تو کہہ اگر ہو رحمٰن کے واسطے اولاد۔ تو میں سب سے پہلے

ہوتا۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

آپ کہئے اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اوّل اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

ان سے کہو اگر واقعی رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے عبادت والا میں ہوتا۔ (ترجمہ ابو الاعلیٰ مودودی)

خدائے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ کے لئے کسی وَلَد کے استحالہ کا جو مفہوم کنز الایمان کے اندر "بفرض محال" کے ذریعہ ادا کیا گیا ہے وہ دوسرے سبھی تراجم میں مفقود ہے۔

۳۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ
(۲۴۔ انفال پ۹)

اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے۔ (کنز الایمان)

اور جان رکھو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو۔
(ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان میں۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ (ترجمہ ابو الاعلیٰ مودودی)

کنز الایمان کے علاوہ مذکورہ سبھی تراجم میں اللہ سبحانہٗ عزوجل کی ذات کی طرف حائل ہونے یا آڑ بن جانے کی نسبت کی گئی ہے۔ جبکہ کنز الایمان کے اندر یہ نسبت اللہ کے حکم کی طرف کی گئی ہے۔ اسی طرح "دل کے ارادوں" کی طرف اضافت کر کے آیت کا مفہوم بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

۴۔ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا۔ (۲۲۔ فجر پ۳۰)

اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار۔
(کنز الایمان)

اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے (میدان حشر میں) آویں گے۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

مؤخر الذکر دونوں تراجم میں رب اور فرشتے دونوں کے درمیان عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے مقام و مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر ایک ساتھ ایک ہی قطار میں آنے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے یہ کتنا ادب آموز ترجمہ کیا ہے۔ "اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار"

۵۔ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (۵۶ ہود پ۱۲)

بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔ (کنز الایمان)

بے شک میرا رب ہے سیدھی راہ پر۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ (ترجمہ ابو الاعلیٰ مودودی)

سب نے ترجمہ کیا ہے کہ میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ جبکہ امام احمد رضا نے زبان و بیان اور مزاج قرآن کی صحیح رعایت کرتے ہوئے کتنا ایمان افروز ترجمہ فرمایا ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

۶۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ (۲۹۔ حجر پ۱۴)

اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔
(کنز الایمان)

اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں۔ (ترجمہ ابو الاعلیٰ مودودی)

"اپنی طرف سے جان ڈال دوں" یا اپنی روح اپنی جان سے کچھ پھونک دوں کے مقابلہ میں کنز الایمان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں عظمت توحید اور اعزاز روح دونوں کے جلوے صاف نظر آئیں گے۔ "اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں"

۷۔ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ۔ (۹۴۔ مائدہ پ۷)

کہ اللہ پہچان کرا دے ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں۔
(کنز الایمان)

تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے۔
(ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔
(ترجمہ اشرف علی تھانوی)

مؤخر الذکر دونوں تراجم میں ہے "تاکہ اللہ معلوم کرے۔" جبکہ امام احمد رضا نے ترجمہ فرمایا ہے۔ "تاکہ اللہ پہچان کرادے۔" خود کوئی چیز معلوم کرنا اور دوسرے کو پہچان کرانا ان دونوں کے اندر جو واضح فرق ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

۸۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ۔ (۱۴۳۔ بقرہ پ۲)

کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ (کنز الایمان)

مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹ جاتا ہے۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

"اس واسطے کہ معلوم کریں" اور "تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے" اور "کہ دیکھیں" کے درمیان بھی تقریباً وہی فرق پایا جاتا ہے جس کی طرف اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔

۹۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ۔
(۱۴۱۔ نساء پ۵)

بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔ (کنز الایمان)

البتہ منافق چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انھیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

مؤخر الذکر دونوں تراجم کے اندر دھوکہ میں ڈالنے اور دغا دینے کی نسبت خدائے سبوح وقدوس کی طرف نہایت بے باکی کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ جبکہ امام احمد رضا نے اتنا صحیح اور محتاط ترجمہ کیا ہے کہ ان کے علم وبصیرت اور قرآن فہمی کو بے اختیار تحسین ومرحبا کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اس ترجمہ سے عظمتِ توحید کس طرح ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ "اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔"

۱۰۔ کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ۔ (۷۶۔ یوسف پ۱۳)

ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔ (کنز الایمان)

یوں داؤ بتایا ہم نے یوسف کو۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

اردو زبان کے اندر "داؤ بتانا" بڑا ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ جس کی نسبت کسی اچھے انسان کی طرف نہیں کی جاتی۔ اور یہاں معاملہ خود خالق کا ہے۔ اسی لئے امام احمد رضا نے ترجمہ فرمایا ہے۔ "ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔"

۱۱۔ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللہُ وَاللہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔
(۵۴۔ آل عمران پ۳)

کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی۔ اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔ (کنز الایمان)

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

اس آیت کے ترجمہ میں بھی مؤخر الذکر مترجم نے سخت ٹھوکر کھائی ہے اور اس نے مکر اور داؤ کی نسبت اللہ کی طرف کر دی ہے۔ جبکہ امام احمد رضا نے روح قرآن اور عظمت توحید کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ترجمہ فرمایا ہے۔ "اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی۔ اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔"

۱۲۔ سَخِرَ اللہُ مِنْھُمْ (۷۹۔ توبہ پ۱۰)

اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا۔ (کنز الایمان)

اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے۔ (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے۔
(ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی)

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مؤخر الذکر مترجمین نے قرآن کی روح کو سمجھنے اور عظمت توحید کا پاس ولحاظ رکھنے میں اتنی غفلت

کیوں برتی اور خودار دو زبان کے مزاج کو انھوں نے سامنے کیوں نہیں رکھا۔ کیا مذاق اڑانا اور ٹھٹھا کرنا مسلم معاشرے میں کسی مہذب اور شریف انسان کو زیب دیتا ہے؟ چہ جائیکہ اس کی نسبت اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف کی جائے جس کی ذات تمام نقائص ومعائب اور غیر مہذب و ناشائستہ باتوں سے پاک ومنزّہ ہے۔

امام احمد رضا نے کتنا حقیقت آموز اور ایمان افروز ترجمہ کیاہے
"اللہ ان کی ہنسی کو سزا دے گا"

یہاں ہم نے صرف بارہ آیات کریمہ کے تراجم کا نہایت عاجلانہ تقابلی مطالعہ پیش کیاہے جس کی تفصیل کی جائے تو ایک طویل مقالہ تیار ہو جائے۔ اور اگر دقتِ نظر کے ساتھ پورے قرآن حکیم کی تلاوت کی جائے اور اس کے اردو تراجم کا مطالعہ کیا جائے تو اس طرح کی سیکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جیسی کہ چند مثالیں ابھی آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔

امام احمد رضا نے اپنے ترجمۂ قرآن (کنز الایمان) کے ذریعہ ملت اسلامیہ ہند اور اردو دنیا پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ جس کا اب رفتہ رفتہ اعتراف بھی کیا جانے لگا ہے۔ اور علماء ودانشور جیسے جیسے کنز الایمان کا مطالعہ کرتے جائیں گے اور اس کی خوبیوں کو سمجھتے جائیں گے ویسے ویسے اس کی عظمت واہمیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا۔

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی

علمی فکری اور تنظیمی صلاحیتوں کے اعتبار سے رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری صدر کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس کی بے مثال شخصیت پوری جماعت اہلسنت کے لئے سرمایۂ افتخار ہے ہند اور بیرون ہند آپ کی دینی وملی خدمات کے ایسے بے شمار روشن نقوش قائم ہو چکے ہیں۔ جن پر ہماری سنی تاریخ آئندہ بھی فخر کرتی رہے گی۔

دس سال کی لگاتار کوشش ومحنت کے بعد اب بفضلہ تعالیٰ ذاکر نگر نئی دہلی میں تقریباً سوا تین سو گز زمین آپ نے ابھی چند ماہ پیشتر حاصل کی اور اس پر جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کی تعمیر کا کام انشاء اللہ مستقبل قریب میں شروع کر دیا جائے گا۔

بتاریخ ۶ر جون ۹۲ء اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور بعد نماز عشاء اس کا عظیم الشان جلسہ بھی منعقد ہوا۔

حاضرین وسامعین کو خطاب کرنے والے اور رونق اسٹیج ہونے والے چند اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت مولانا غلام آسی۔ حضرت مولانا سیّد ظہیر احمد زیدی علی گڑھ۔ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری۔ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی۔ حضرت مولانا محمد ادریس بستوی۔ حضرت بیکل اتساہی۔ حضرت مولانا یٰس اختر مصباحی۔ حضرت سیّد اسلام الدین نظامی۔ قاری محمد میاں مظہری۔ حکیم محمد احمد سہارن پوری

خوفِ الٰہی

توقیر احمد مصباحی بستوی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور دنیا کی بیش بہا نعمتوں سے نوازا جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ مگر آج انسان دنیا کی دلکشی میں اس قدر کھو چکا ہے کہ اپنے خالق و مالک کو بھول بیٹھا حالانکہ دنیا کی آسائشیں کتنی دیرپا ہیں یہ سب پر عیاں ہے آج کے اس افراتفری دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خدا کا خوف اپنے دل میں رکھیں اور اس کی عطاکردہ نعمتوں کا شکر ادا کریں کہ جو ہماری غفلت کے باوجود رزق فراہم کر رہا ہے ہمیں اگلی امتوں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی کی نافرمانی اور خدا کی نعمتوں سے انحراف کرتی تو عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکتی تھی۔۔۔ سچا مسلمان وہ ہے جو اپنے دل میں خشیت الٰہی رکھتا ہو، خوف و خشیت مسلمان ہی سمجھ سکتا ہے دوسری قومیں کیا جانیں ان کے لئے دنیا ہی سب کچھ ہے دنیا کافروں کی جنت ہے مگر اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والوں کیلئے دنیا جنت نہیں ہے بلکہ یہ تو عمل اور آزمائش کی جگہ ہے دنیا میں جس نے خوف الٰہی کا سہارا لیکر زندگی گذارا اس کے لئے دونوں جہان کی نعمتیں ہیں اگر دل میں خوفِ خدا نہیں ہے تو نہ ہم عمل کے میدان میں کامیاب ہوں گے نہ ہی جنگ کے میدان میں کامیاب ہونگے مسلمانوں کی کامیابی کا راز خشیتِ الٰہی میں مضمر ہے۔ تاریخ کے صفحات آج بھی شاہد ہیں کہ جب مسلمان دوسری قوموں سے برسرِ پیکار و نبرد آزما ہوتے تو دن کے اجالے میں ہاتھ میں تلوار اور ڈھال ہوتی مجاہد فی سبیل اللہ کا مجسمہ نظر آتے لیکن رات کے اندھیرے میں ہاتھ میں قرآن کے پارے ہوتے اور عابد و زاہد کی انمول تصویر نظر آتے، غازی کے ساتھ ساتھ عابد و زاہد بھی تھے اسی لئے آج انکا تذکرہ سنہرے حروف میں پڑھنے اور دیکھنے کو ملتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے وہ فرشتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جس چیز کا انھیں حکم دیا گیا ہے وہی کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی میری نافرمانی میں نہیں گذارتے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح کرتے ہیں وہ فرمان الٰہی سے معلوم ہو گیا۔ علامہ ابو اللیث کہتے ہیں۔۔۔ ساتویں آسمان پر اللہ کے ایسے فرشتے ہیں کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے جب سے پیدا کیا ہے برابر سجدہ میں ہیں اور اللہ کے عذاب سے انتہائی خوفزدہ ہیں قیامت کے دن جب وہ سجدے سے سر اٹھائیں گے تو کہیں گے۔۔۔۔ اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری کماحقہ عبادت نہیں کر سکے ۔۔۔۔ مسلمانو مقام عبرت ہے وہ فرشتے جن کا وطیرہ ہی عبادت الٰہی ہے جن کے دل خشیت الٰہی سے معمور ہیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی خدائے لم یزل کی اطاعت و بندگی میں گزار دی باوجود اس کے جب قیامت کے دن اپنے سر کو اٹھائیں گے تب بھی اللہ کی جناب میں اس کی پاکی بیان کرنے کے بعد یہ کہیں گے کہ ہم تیری کماحقہ عبادت نہیں کر سکے جس کا تو حقدار اور لائق تھا یقیناً خوف خدا انمول نعمت ہے جس کے دل خدا کے خوف سے معمور ہیں وہ دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہیں۔ رسولِ کریم نے فرمایا جب کوئی بندہ خوف خدا سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ اس کے بدن سے ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت کو ہلانے سے اس کے پتے جھڑتے ہیں۔۔۔ رسولِ کریم کی حدیث سے یہ بات معلوم

ہوتی کہ خشیت الٰہی و خوف خدا مصیبت سے تحفظ اور ازالۂ گناہ کا سبب ہیں۔

ایک نوجوان ایک عورت کی محبت میں گرفتار تھا ایک مرتبہ وہ عورت کسی قافلے کے ساتھ باہر کے سفر پر چلی گئی نوجوان کو جب معلوم ہوا تو وہ بھی قافلہ کے ساتھ چل پڑا جب قافلہ جنگل میں پہنچا تو آفتاب اپنی تمام کرنوں کو سمیٹ کر مغرب میں روپوش ہو گیا اور رات کی سیاہی نے اپنے پیر پھیلا دیئے قافلے والوں نے رات کو وہیں پڑاؤ کیا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو نیند کی آغوش نے اپنا دامن پھیلا کر سب کو محصور کر لیا تو وہ نوجوان چپکے سے اپنی محبوبہ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا جان دلنواز میں تجھ سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور اسی لئے میں قافلہ کے ساتھ آرہا ہوں، عورت بولی جا کر دیکھو کوئی جاگ تو نہیں رہا ہے جوان فرط مسرت سے پورے قافلے کا چکر لگایا اور واپس آکر کہنے لگا کہ سب لوگ غافل پڑے سو رہے ہیں۔ عورت بولی اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؛ کیا وہ بھی سو رہا ہے جوان بولا اللہ تو نہ کبھی سوتا ہے نہ ہی اسے کبھی اونگھ آتی ہے وہ ان سب سے پاک ہے تب عورت نے کہا لوگ سو گئے ہمارے عزیز و اقارب سو گئے تو کیا ہوا اللہ تو جاگ رہا ہے "خدا تو ہمیں دیکھ رہا ہے وہ جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس سے ڈرنا ہم پر فرض ہے

جوان نے جونہی یہ بات سنی خوف خدا سے لرز گیا اور برے ارادے سے تائب ہو کر گھر واپس چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ جوان مر جاتا ہے تو کسی نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا سناؤ کیا گذر رہی ہے جوان نے جواب دیا میں نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے ایک گناہ کو چھوڑا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی سبب سے میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لوگوں سے نہیں مجھ سے ڈرو...... ایک اور جگہ ہے...... اگر تم مومن ہو تو لوگوں سے نہیں مجھ سے ڈرو۔

لیکن افسوس صد افسوس آج مسلمانوں کے دلوں سے خوف خدا نکل چکا ہے خدا کے خوف کی جگہ دنیا کی حرص و ہوس نے جگہ بنا لیا ہے۔ انسان چند روزہ زندگی کو مزین کرنے کے لئے دن رات ایک کیئے ہوئے ہے۔ اے کاش اگر وہی دنیاوی کام خوف خدا کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا تو کتنا بہتر ہوتا آج ہم خدا کے خوف کے بجائے مخلوق کے خوف سے لرز رہے ہیں یہی سبب ہے کہ جگہ جگہ گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے ہیں خوف خدا سے دوری اختیار کرنے سے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی اور آخرت میں بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فرمان خداوندی ہے کہ میں اپنے کسی بندہ پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کرتا جو شخص دنیا میں میرے عذاب سے ڈرتا ہے میں اسے آخرت میں بے خوف کر دونگا لیکن جو دنیا میں میرے عذاب سے بےخوف ہے میں اسے آخرت میں خوفزدہ کرونگا (اس پر عذاب نازل کروں گا) ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے اے عقلمند و اللہ سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ......

فرمان خدا کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی فلاح و کامیابی خوف الٰہی پر موقوف ہے، خوف الٰہی سے ہی مسلمانوں کی مشکلیں حل ہوں گی اسی سے مسلمانوں کی دشواریاں آسان ہوں گی خوف خدا سے ہی مسلمانوں کو تمام مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات ملے گی۔ اگر ہمارے دل میں خوف خدا ہے تو جھوٹ، غیبت، چغلخوری، سود خوری، حرام کاری، شراب نوشی، زناکاری تمام افعال قبیحہ سے محفوظ رہیں گے۔ خوف الٰہی کو ڈھال کی صورت میں ہر موڑ پر ہر محاذ پر موجود پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے ارشاد فرماتا ہے اللہ سے ڈرو تو جان لو بیشک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے اب جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام کو آسان کر دے گا، اس کی پریشانیوں کو دور کر دے گا، اس کی تنگ دستی کو ختم کر دے گا، اس کے لئے نجات کا راستہ نکال دے گا، اس کی امداد فرمائے گا، اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

خیابانِ حجاز

محمد عثمان اوج اعظمی

اہلِ نظر کو محوِ حیرت بنا دیے ہیں
جو کر سکا نہ کوئی کر کے دکھا دیے ہیں
ٹکڑے کیے قمر کے، سورج اُگا دیے ہیں
"ان کی مہک نے دل کے غنچے کھِلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں"

وہ بے مثال صورت وہ بے مثال آنکھیں
زیرِ مزار وا ہیں، واللہ اب بھی آنکھیں
سرکار نے کسی سے پھیریں نہ اپنی آنکھیں
"جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں"

ذکرِ حبیبِ حق سے مسرور ہوتے ہوں گے
جو بامراد لوٹے خوش بخت کتنے ہوں گے
حق دار روزِ محشر! باغِ ارم کے ہوں گے
"ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں"

ہر سمت گونجتے تھے صلِّ علیٰ کے نغمے
ہر دل میں جاگزیں تھے حسنِ نبی کے جلوے
تعظیمِ شہ کی خاطر جو باادب کھڑے تھے
"اسریٰ میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیے ہیں"

قدرت کے حسبِ منشا ہوتا ہے سب مناسب
کوئی الم کا جویا کوئی خوشی کا طالب
بندہ تمھارا کیوں ہو پھر غیر سے مخاطب
"آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمھاری جانب
کشتی تمھیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیے ہیں"

عظمت کسی نے مانگی شہرہ کسی نے مانگا
مشتاقِ دید ہو کر جلوہ کسی نے مانگا
اولادِ فاطمہ کا صدقہ کسی نے مانگا
"میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُربے بہا دیے ہیں"

تم اوجؔ اعظمی کے ہو مقتدا مسلّم
سلطانِ دو جہاں کے مدحت سرا مسلّم
شیریں بیاں مسلّم، رنگیں نوا مسلّم!
"ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ! مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں"

سید کلیم اشرف جائسی

صبا مہک تیری مانوس سی لگے ہے مجھے
تو باغِ طیبہ سے آتی ہوئی لگے ہے مجھے
سحر میں جلوہ رُخ ہے تو وادیٔ شب میں
گھٹا سی زلفِ نبی تیری لگے ہے مجھے
چمن میں آگ لگی ان کے آتشیں رخ سے
ہر ایک پھول میں اک شعلگی لگے ہے مجھے
ستارے پیکرِ گردوں کے زخم ہوں گویا
کفنِ زمین کا یہ چاندنی لگے ہے مجھے
ترے بغیر تو اے شمعِ محفلِ ہستی
یہ بزمِ کیف بھی بے کیف سی لگے ہے مجھے
حضور بخشش دیں آسودگی نگاہوں کو
کہ اب تو حد سے سوا تشنگی لگے ہے مجھے
وہ بات جس میں حلاوت نہ ہو ترے لب کی
وہ کتنی شیریں ہو پھر بھی بری لگے ہے مجھے
ترے خیال میں جس لمحہ ڈوب جاتا ہوں
کہ جیسے نبضِ جہاں ڈوبتی لگے ہے مجھے
کلیم جب کوئی آواز دیتا ہے مجھ کو
میں چونک جاتا ہوں جیسے وہی لگے ہے مجھے



پاکستان کا پہلا سفر

دوسری قسط

یٰسٓ اختر مصباحی

(پہلی قسط در شمارہ نومبر ۱۹۹۱ء)

ظہرانہ کے بعد رخصت ہوتے وقت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سے ۱۹۷۶ء سے خط وکتابت ہے۔ مگر ملاقات اب ہوئی۔ اللہ کو یہی منظور تھا کہ اتنے عرصہ کے بعد ملاقات ہو۔ اور یہ دعوتیں بھی ملاقات کا اچھا ذریعہ بن رہی ہیں کہ بار بار ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا موقع نصیب ہو رہا ہے۔ اور ایک مدت کی خواہش اس وقت پوری ہو رہی ہے۔

میں نے سوچا کہ دل ناصبور کی لذت طلب اب اپنی مراد کو پہنچی یا اختتام سے ہمکنار ہوئی۔ اسے کیا کہا جائے؟ کیونکہ

ع وصل میں مرگ آرزو، ہجر میں لذت طلب

ہاکس وے اور کیماڑی

بروز پنجشنبہ نو بجے صبح (۵ ستمبر ۹۱ء) جناب ابوطالب قصباتی صاحب اپنی گاڑی لے کر ہماری قیام گاہ (دولت کدہ پروفیسر مجید اللہ قادری) پر تشریف لائے اور مولانا غلام یحییٰ انجم مصباحی و مولانا محمود حسین بریلوی اور راقم سطور کو اپنے ساتھ لے کر ہاکس وے پہنچے۔ جو کراچی سے بارہ پندرہ کلومیٹر دور سمندر کا ساحل اور نہایت پر فضا صحت افزا مقام ہے۔ جمعہ کے روز اور گرمی کے ایام میں یہاں کافی بھیڑ ہوتی ہے۔ جگہ جگہ سیکڑوں مکانات بنے ہوئے ہیں جن میں صرف دن کے وقت لوگ آرام و تفریح کرتے ہیں۔ رات کو یہ مکانات خالی پڑے رہتے ہیں۔ ساحل سے طوفانی لہروں کا تصادم واقعی دیکھنے کی چیز ہے۔

ہاکس وے سے واپسی کے وقت لیاری، کھارادر، ایم اے جناح روڈ، گھاس بندر روڈ ہوتے ہوئے ہم لوگ کیماڑی (کراچی بندرگاہ) پہنچے۔

راستے میں جتنی بسیں اور گاڑیاں نظر آئیں وہ سب دلہن کی طرح سجی سنوری تھیں۔ تیل کے ٹینکر تک کا یہی حال تھا۔

چوراہوں پر پولیس یکجا ہی نظر آتی تھی۔ ابوطالب قصباتی صاحب نے پولیس کی اس اجتماعیت پر بڑا دلچسپ تبصرہ کیا کہ "یہاں پولیس والے ساتھ مل کر ہی اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔"

کیماڑی میں ایک بوٹ کرایہ پر لے کر سمندر کی سیر کی گئی۔ نیوی کے جہاز جگہ جگہ کھڑے تھے۔ آگے جزیرہ منوڑا ہے جس میں صرف نیوی کے ملازمین کی آبادی ہے۔ سمندر میں ہر طرف سے لہریں اٹھ رہی تھیں اور ہماری کشتی ان کے سینے کو چیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ بوٹ کے ذریعہ سمندر کی یہ تفریح ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔

کیماڑی کے بعد ہم لوگ نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ پہنچے۔ اس مسجد کے خطیب و امام حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی ہیں۔ مسجد بڑی عالیشان ہے۔ کراچی کی مساجد میں سب سے زیادہ آمدنی اسی مسجد کی ہے۔ کیونکہ اس کے قبضہ میں چار سو دوکانیں ہیں۔ نیو میمن مسجد کے میناروں کی بلندی ایک سو بیس فٹ ہے۔

یوم رضا دار العلوم امجدیہ کراچی

۵ ستمبر کو دوپہر میں قاری مقصود الاسلام کی تلاوت سے عرس رضوی کا آغاز ہوا۔ حافظ محمد شاہین اور سکندر لکھنوی نے نعتیں پڑھیں۔ قاری رضاء المصطفیٰ اور حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی نے تقریر کی۔ صلوٰۃ و سلام اور حضرت سید مختار اشرف صاحب اشرفی

سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ وحضرت مفتی وقار الدین شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کی دعا پر اس کا اختتام ہوا۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ مفتی محمد حسین سکھر، مفتی ظفر علی نعمانی، شاہ فرید الحق ودیگر علماء کرام رونق بزم تھے۔ اسی موقع پر علماء ومشائخ کرام کے مقدس ہاتھوں سے دار العلوم امجدیہ کے سات فضلاء، چھیالیس حفاظ اور چھ قرا کی دستار بندی ہوئی۔

مزار قائد پونے چار بجے (۵ ستمبر) صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب اپنی گاڑی سے ہمیں مزار قائد (محمد علی جناح بانی پاکستان متوفی ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء) کے پاس لے گئے۔ مقبرہ بڑا ہی بلند اور پرشکوہ ہے۔ اس سے متصل ایک حصہ میں نوادرات کا ذخیرہ ہے۔ دائیں بائیں ہر طرف پارک ہیں۔

حصہ نوادرات سے ایک طرف ان ممتاز پاکستانی شخصیات کی قبریں ہیں۔

سردار عبد القیوم نشتر (متوفی ۱۹۵۸ء)۔ نور الامین (م ۱۹۷۴ء)، لیاقت علی خاں (م ۱۹۵۱ء)۔ بیگم رعنا لیاقت علی خاں (م جون ۱۹۹۰ء) فاطمہ جناح (م ۱۹۶۷ء)

مزار قائد بہت بلندی پر واقع ہے۔ جہاں سے پورا شہر نظر آتا ہے۔ یہ جگہ بہت کشادہ۔ خوبصورت اور پرفضا ہے۔

حمید اللہ قادری حشمتی کی دوسری برسی شام ۵ ستمبر ہی کو پروفیسر مجید اللہ قادری کے والد جناب حمید اللہ قادری حشمتی مرحوم کی دوسری برسی تھی۔ جس کا اہتمام پروفیسر موصوف نے اپنے گھر ہی میں کیا تھا۔ ایک لڑکے نے پہلے قصیدہ بردہ شریف اس کے بعد کچھ بچیوں نے ایک نعت شریف والہانہ انداز میں پیش کیا۔ ڈاکٹر عبد اللہ قادری ایم اے، پی ایچ، ڈی، ہاشمی صاحب، شہزاد صاحب، نثار مظہری نے بھی بڑے پیارے انداز میں نعتیں پیش کیں۔ انڈونیشی طلبہ محمد الزادی وغیرہ بھی شریک تھے۔ انھوں نے بھی عربی میں نعتیں پڑھیں۔

مولانا غلام یحییٰ انجم نے عشق رسول کے موضوع پر ایک مختصر سی تقریر کی۔ پھر صلوٰۃ وسلام اور صاحبزادہ وجاہت رسول قادری کی دعا پر اس مجلس کا اختتام ہوا۔ اسٹیج پر سید جمال الدین بھی تشریف فرما تھے۔ اختتام محفل کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔

طیبہ جامع مسجد لیاقت آباد ۶ ستمبر کو طیبہ جامع مسجد لیاقت آباد میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔ یہاں مولانا غلام یحییٰ انجم نے کچھ دیر تقریر بھی کی۔ خطبہ وامامت کے فرائض پروفیسر مجید اللہ قادری نے انجام دیئے۔

یہیں برہان الملت حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک مرید محمد قاسم خاں جبل پوری کے یہاں ظہرانہ ہوا۔ لیاقت آباد کا پرانا نام لالو کھیت ہے۔ جو کراچی میں مہاجرین کا بہت بڑا مرکز ہے۔ اور یہاں صرف مہاجرین آباد ہیں۔

مفتی وقار الدین پیلی بھیتی اور مفتی ظفر علی نعمانی ۷ ستمبر ۹۱ء کو میں اور مولانا غلام یحییٰ انجم ومولانا محمود حسین بریلوی دار العلوم امجدیہ پہنچے۔ یہاں حضرت مفتی وقار الدین پیلی بھیتی اور حضرت مفتی ظفر علی نعمانی سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔

حضرت مفتی وقار الدین پیلی بھیتی پاکستان کے اکابر علماء اہلسنت میں سے ایک ہیں۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی اور محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے خصوصی شاگرد ہیں۔ منظر الاسلام بریلی کے ممتاز مدرس رہ چکے ہیں۔ بہت دنوں تک مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں تدریسی فرائض انجام دے چکے ہیں۔ خالص دینی وعلمی مزاج ہے۔ پرانی وضع کے بزرگ عالم دین اور اہلسنت کا باقیماندہ سرمایہ ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں کراچی تشریف لائے اور آپ ہی اس وقت امجدیہ کے شیخ الحدیث ہیں۔

حضرت مفتی ظفر علی نعمانی بانی ومہتمم دار العلوم امجدیہ، حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز مراد آبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے قابل فخر شاگرد ہیں۔ تقسیم ہند سے پہلے آٹھ دس ماہ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے مدرس رہے۔ چھ سال دار العلوم اہلسنت ایلیٹہ کاٹھیاوار (گجرات) میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۴۶ء میں آپ کراچی تشریف لائے۔ صدر الشریعہ نے فرمایا "تم جاؤ وہاں دین و دنیا دونوں اعتبار سے اچھے رہو گے" حافظ ملت نے بھی اسی طرح کی دعاؤں سے نوازا۔

حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ نائب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور بھی آپ کے ساتھ کراچی تشریف لائے۔ اور تقریباً ڈیڑھ ماہ امجدیہ میں مدرس رہ کر پھر ہندوستان واپس تشریف لے گئے۔ حضرت مفتی ظفر علی نعمانی ہی کی کوششوں سے حضرت حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمۃ کو بوساطت حضرت صدرالشریعہ بریلی شریف سے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور لایا گیا۔

حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا ذکر مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے بار بار بڑے والہانہ انداز میں کیا۔ فرماتے ہیں کہ حافظ ملت کئی کئی وقت فاقہ کیا کرتے تھے۔

دارالعلوم امجدیہ کے بارے میں فرمایا کہ۔ پہلے آرام باغ روڈ پر دو کمروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا مدرسہ بنوایا۔ وہیں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (صاحبزادہ صدرالشریعہ) کو بلایا۔ پھر اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں عالمگیر روڈ پر حضرت سید علاء الدین گیلانی قدس سرہٗ کے ہاتھوں سے اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مفتی صاحب قبلہ پورے ایک پیریڈ تک پاکستان سینٹ کے ممبر بھی رہے۔ اس کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کے بھی ممبر رہے۔ سرگرم و فعال عالم دین ہیں۔ بہت بڑے تاجر بھی ہیں۔

جماعتی خدمات کے سلسلے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ جنرل محمد ایوب خاں کے مارشل لا کے اختتام پر میرے مکان (سانگلہ ہل پنجاب جہاں آپ پہلے مقیم تھے) میں علماء اہلسنت کی ایک بڑی اہم میٹنگ ہوئی۔ جس میں مولانا ابوالبرکات لاہوری، مولانا عبدالغفور ہزاروی، سید محمود احمد رضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، پیر سیالوی، شاہ احمد نورانی وغیرہم شریک تھے۔ سید محمود احمد رضوی کو جمعیۃ علماء پاکستان کا کنوینر بنایا گیا۔ پھر ٹوبہ ٹیک سنگھ کی کانفرنس میں خواجہ قمرالدین سیالوی کو جمعیۃ کا صدر بنایا گیا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمہ قرآن کی بات نکل آئی تو آپ نے فرمایا کہ شیخ عنایت اللہ مالک تاج کمپنی سے ۱۹۶۰ء میں میں نے کنزالایمان کی اشاعت کی بات کی۔ اور پچاس ہزار روپے کے نسخے حاصل کرنے کی بھی پیش کش کی۔ مگر شیخ عنایت نے کہا کہ ایک مٹھی بھر جماعت کے لئے ہم اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتے۔ اس جواب کے بعد مجبور ہو کر میں نے اپنے ساتھیوں اور معاونین کی مدد سے کنزالایمان کی اشاعت کی۔

اس طویل ملاقات کے بعد حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب ہم لوگوں کو اپنی گاڑی سے لے کر فردوس کارپیٹ فیکٹری فردوس کالونی لیاقت آباد لے کر پہنچے اور وہیں ہم نے آپ کے ساتھ ظہرانہ لیا۔

ملیشین طلبہ کی محفل میلاد

ملیشیا کا ایک ذہین اور ہونہار طالب علم محمد الزواوی جو کراچی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے وہ اپنے وفد کے ساتھ بڑی دلچسپی سے امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس میں شریک ہوا۔ ان کی آپسی گفتگو تو ملاوی زبان میں ہوتی تھی مگر دوسروں سے عربی یا انگریزی میں تبادلہ خیال کرتے تھے۔

محمد الزواوی مجھ سے کافی مانوس ہو گیا۔ اس نے بتلایا کہ ملیشیا کے ایک متحرک و فعال عالم دین الاستاذ اشعری محمد تلمیذ شیخ محمود بخاری نے ۱۹۶۸ء میں جماعت دارالارقم کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد کوالالمپور میں رکھی۔ جس کا اپنا اب سونغی فنجالا (کوالالمپور) میں ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ متعدد جگہوں پر اس کی شاخیں ہیں۔ اور پورے ملیشیا کے مسلم معاشرہ پر اس جماعت دارالارقم کے گہرے اثرات ہیں۔ خود کراچی اسلام آباد میں جماعۃ دارالارقم کی جانب سے تقریباً ستر طلبہ مختلف دینی و عصری علوم کی تحصیل میں مصروف ہیں۔ تاکہ یہ تکمیل علوم کے بعد واپس جا کر اپنے وطن میں علماء و دعاۃ کی حیثیت سے دینی و تبلیغی فرائض انجام دے سکیں۔ محمد الزواوی ان سبھی طلبہ کا انچارج ہے جو پاکستان میں زیر تعلیم ہیں۔ جماعت دارالارقم کوالالمپور کی جانب سے عربی میں ایک مجلہ بھی شائع ہوتا ہے۔ مشرقی ایشیا سے یورپ تک اس جماعت کی سرگرمیاں بڑھ چکی ہیں۔

۸ ستمبر کو محمد الزواوی نے اپنی قیام گاہ پر بعد نماز عصر ہمیں مدعو کیا۔ اور ایک محفل میلاد کا انعقاد کیا۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد قصیدہ بردہ شریف اور عربی نعتیں ملیشین طلبہ نے مل جل کر اپنے مخصوص انداز میں پڑھ کر بارگاہِ رسول میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ محمد الزواوی نے عربی میں اپنے ساتھیوں اور جماعت دارالارقم کی خدمات کا تعارف کرایا۔ جس کے جواب میں میں نے بھی عربی میں چند منٹ تک جماعت اہلسنت اور علماء اہلسنت کا تعارف کرایا۔ طلبہ بہت خوش ہوئے۔ صلوٰۃ وسلام پر اس مقدس محفل کا اختتام ہوا۔ ملیشین طلبہ کے علاوہ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، پروفیسر مجید اللہ قادری، صاحبزادہ وجاہت رسول قادری، مولانا محمود حسین بریلوی اس محفل میں شریک تھے۔

اسی مجلس میں محمد الزواوی نے بتلایا کہ دارارقم کی دنیا بھر میں جتنی شاخیں ہیں۔ وہ پنجشنبہ اور شنبہ کی شب میں محفل ذکر کا انعقاد کرتی ہیں جن میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ اوراد محمدیہ پڑھنے کا اہتمام ہوتا ہے اور آخر میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ محمد الزواوی نے دوران گفتگو یہ بھی کہا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی توحید اہل اسلام کی توحید سے مختلف ہے۔ وہابیہ توسل وشفاعت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ شرک وبدعت کی بات کرتے ہیں۔ غازی حجاز حضرت شیخ سید محمد بن علوی مالکی جو حجاز مقدس میں اہلسنت وجماعت کے قائد وشیخ ہیں وہ پانچ سال پہلے دارارقم کوالالمپور کو اپنے قدوم میمنت سے نواز چکے ہیں۔

ابرار احمد خاں ادروی

قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحب نے ٹیلی فون کر کے جناب ابرار احمد خاں ادروی سے کئی روز پہلے رابطہ قائم کرایا تھا۔ ابرار احمد خاں قصبہ ادری ضلع اعظم گڑھ اتر پردیش کے باشندے ہیں۔ انھوں نے وطنی نسبت سے اپنے یہاں (گلبرگ۔ فیڈرل بی ایریا کراچی)، ۸ ستمبر کو عشائیہ دیا۔ جس میں راقم سطور کے علاوہ ادارہ تحقیقات کے کئی عہدیداران بھی تھے۔ بڑی خوش اخلاقی سے ابرار احمد خاں پیش آئے۔ کافی دیر تک ان سے اعظم گڑھ کے تعلق سے باتیں بھی ہوئیں۔

ٹھٹھہ کا تاریخی قبرستان

۸ ستمبر ۱۹۹۲ بروز اتوار حضرت مفتی ظفر علی نعمانی، مولانا ظہیر الحسن بلیاوی، مولانا غلام یحییٰ انجم، مولانا محمود حسین بریلوی اور راقم سطور پر مشتمل ایک قافلہ ٹھٹھہ کے بابرکت اور تاریخی قبرستان کی زیارت کے لئے نکلا۔

ٹھٹھہ کراچی سے جانب مشرق ۶۲ میل دور واقع ہے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد یہیں کے ایک کالج جو قبرستان مکلی شاہ کے صدر دروازے کے قریب ہی ہے اس کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک خط میں بہت پہلے لکھا تھا کہ یہ قبرستان تیرہ میل کے اندر پھیلا ہوا ہے اور بعض روایات کے مطابق اس کے اندر ایک صحابی کی بھی قبر مبارک ہے۔ اور بہت سے تابعی آرام فرما ہیں۔

قبرستان مکلی شاہ ٹھٹھہ کے صدر دروازہ سے متصل ایک قدیم بزرگ پیر سید بخاری کے مزار کے پاس وضو کر کے ہم لوگوں نے فاتحہ پڑھی۔ پھر سید عبداللہ بخاری ملقب بہ اصحابی جو شاہ محمد غوث لاہوری کے دادا اور ساڑھے تین سو سال پہلے کے بزرگ ہیں ان کے مزار پر حاضری دی گئی۔ ملقب بہ اصحابی کے آستانہ کی پیشانی پر یہ شعر تحریر ہے ؎

یہاں ناکام جو آیا گیا وہ کامراں ہو کر
نہ لوٹا کوئی اس دربار فیض آثار سے خالی

آستانہ کے دروازہ کے پاس ایک کچا گھڑا ہے۔ جس کا پانی گھٹتا بڑھتا نہیں۔ ہمارے سامنے بھی اس کا پانی نکالا گیا جس سے ہم نے پیا۔ ایک زمانہ میں انگریزوں نے اس میں مشین لگایا تب بھی اس گھڑا کا پانی جتنا تھا اتنا ہی رہا۔ چکر کھا کر سارا پانی اسی میں رہ جاتا۔ آستانہ کے بغل میں ایک مسجد ہے۔ جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔

پُر شکوہ اور خوبصورت مقبرہ مرزا عیسیٰ خاں ترخان ثانی بن مرزا جان بابا (۱۰۶۴ھ) کے قریب سے چاروں طرف نظر دوڑائی گئی تو تا حد نظر قبریں ہی قبریں نظر آئیں۔ مذکورہ مقبرہ کے بغل میں شیر خاں کا مقبرہ ہے۔

قبرستان کی کچھ زمینوں پر لوگ قابض ہو چکے ہیں۔ مکانات

وغیرہ بنالیے گئے ہیں۔ پورا قبرستان گھومنے کے لیے کم سے کم دو دن چاہیئے۔

ٹھٹھہ کی اصل آبادی بھی دیکھی گئی۔ شاہجہانی جامع مسجد ٹھٹھہ میں نماز ظہر پڑھی گئی۔ صدر دروازہ سے پہلے خوبصورت روشیں ہیں۔ اصل دروازہ بند ہے۔ جس کے بیچ میں ایک قبر ہے۔ بتلایا گیا کہ اس کے معمار کی وصیت کے مطابق اس کی یہ قبر یہیں بنائی گئی ہے۔ تاکہ آنے جانے والے اسے دیکھیں اور یاد رکھیں۔ یہ خوبصورت جامع مسجد شاہجہاں کے ذوقِ تعمیر کی ایک تاریخی یادگار ہے۔

ہم لوگ جیسے ہی ایک دروازہ کے ذریعہ اندر داخل ہوئے لاؤڈ اسپیکر سے مؤذن کی آواز گونجی۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ اور اس کے بعد اذان ہوئی۔

اس مسجد کی ایک خصوصیت یہ بتلائی گئی کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے بھی اذان وخطبہ دیا جائے تو اس کی آواز پوری مسجد میں صدر دروازے تک گونجتی ہے۔ بوقت ضرورت آثار قدیمہ کی طرف سے اس کی مرمت ہوتی رہتی ہے۔

حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے بتلایا کہ تحفۃ الکرام جو ٹھٹھہ وسندھ کی تاریخ پر مشتمل ایک قدیم اور مستند کتاب ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ ٹھٹھہ کے گورنر سے شاہجہاں نے پوچھا کہ "مردماں ایں جا چہ قدر اند"۔ گورنر نے جواب دیا۔ "مردماں ایں جا تہ تہ اند"۔ یہ تہ تہ کثرت استعمال اور سندھی زبان جس میں ت کو ٹ بولتے ہیں اس کی وجہ سے ٹھٹھہ ہوگیا۔

مکلی کی وجہ تسمیہ اسی تحفۃ الکرام میں یہ ہے کہ ایک جماعتِ حجاج ٹھہری تو اسے رات میں اتنے عجائبات نظر آئے کہ وہ حج کے لئے روانہ ہونے کے بجائے یہ کہنے لگی کہ ھذہ مکۃ لی۔ اور یہ جملہ ایک زمانہ کے بعد مکلی ہوگیا۔

ایک پُرفضا مقام "پنج موری"

ہم لوگ ٹھٹھہ سے آگے پنج موری بھی دیکھنے گئے۔ "موری" سندھی زبان میں نہر کو کہتے ہیں۔ یہاں سے پانچ نہریں نکلتی ہیں اس لئے اس کا نام پنج موری پڑ گیا۔ یہ نہریں قریب کی ایک بڑی جھیل سے نکلتی ہیں۔ پنج موری ہی سے کراچی کے لئے بھی پانی جاتا ہے۔

پنج موری خالص سندھی دیہاتی علاقہ ہے۔ اور بہت پُرفضا مقام ہے۔ ہماری کار جب قریب پہنچی تو سندھی بوڑھے اور نوجوان حضرت مفتی صاحب سے بڑی محبت سے ملے اور پُرجوش خیر مقدم کیا۔ محمد ابراہیم نامی ایک سندھی نوجوان فوراً زندہ مچھلی پکڑ لایا اور قریب کے گاؤں جہاں غالباً اس کا گھر تھا۔ وہاں سے اسے پکوا کر لایا اور ہم نے دوپہر کا کھانا یہیں کھایا۔ ویسے کراچی سے بھی ہمارے ساتھ کھانا وافر مقدار میں تھا۔ شکم سیر ہو کر کھایا گیا۔

آس پاس میں سندھی ہر طرف اپنے مخصوص لباس میں نظر آئے۔ ان کی اپنی سندھی زبان ہمیں سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ مگر وہ اردو اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔

پنج موری سے ڈیڑھ دو کیلومیٹر آگے حضرت داتا جمیل شاہ گرناری جو صدیوں پہلے کے ایک بزرگ ہیں ان کے مزار پر حضرت مفتی صاحب کے علاوہ باقی شرکار سفر ایک سندھی نوجوان مقبول احمد جو ایک اسکول میں ٹیچر تھا اس کے ساتھ ہم نے حاضری دی۔

اس وقت سندھی آبادی اور گاؤں میں مہاجرین کا داخلہ خطرے سے خالی نہیں۔ مگر حضرت مفتی صاحب اور مولانا ظہیر صاحب کے ذاتی تعلقات یہاں کام آرہے تھے اور لوگ عزت سے پیش آرہے تھے۔ ورنہ پنج موری کے قریب ہم لوگوں کے علاوہ کوئی مہاجر نظر نہیں آیا۔ جبکہ بتلایا گیا کہ عام دنوں میں یہاں کراچی کے گھومنے پھرنے والے مہاجرین کی بیسیوں گاڑیاں روز نظر آتی تھیں۔

لسانی اور صوبائی عصبیت کا ایک ہلکا سا نمونہ ہمیں بھی نظر آیا مزار حضرت داتا جمیل سے حاضری کے بعد جب ہم لوگ پنج موری واپس آرہے تھے تو ایک سندھی بچہ جو ایک پیڑ پر چڑھ کر کھیل رہا تھا اس نے ہماری شکل وصورت دیکھتے ہی نعرہ لگایا۔ جیے بھٹو۔ مگر ہم لوگ اسے نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

پنج موری کی نشست میں حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے بتلایا کہ ۔۔۔ ایک بار کراچی کے ایک جلسۂ عام میں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب نے بیان کیا کہ میں

جب اجمیر شریف میں صدر الشریعہ (مولانا امجد علی اعظمی) سے تعلیم حاصل کر رہا تھا تو صدر الشریعہ کی کفش برداری کا میں نے کسی دوسرے کو کبھی موقع نہیں دیا۔ جب درگاہ کے دروازہ تک آپ پہنچتے تو میں پہلے سے موجود رہتا۔ اسی طرح واپسی کے وقت بھی میرا معمول تھا کہ دونوں مواقع پر میں آپ کا جوتا اٹھانے میں سبقت کرتا۔

ایک بار صدر الشریعہ نے مجھ (مولانا سردار احمد) سے گندم خرید کر لانے کا حکم دیا۔ یہ کام حافظ عبدالعزیز (حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور) اپنے ذمہ لیے ہوئے تھے۔ اور برابر سودا سلف لایا کرتے تھے۔ مجھے جب حکم ہوا تو گندم خرید کر مزدور کے ذریعہ لانے کی بجائے خود سر پر بوری لاد کر بازار سے گزرا۔ لوگ تماشہ دیکھتے رہے کہ یہ لمبا تڑنگا شخص کیوں اپنے سر پر بوری لادے ہوئے ہے۔ صدر صاحب کے پاس جب میں پہنچا تو آپ کی ڈانٹ سننی پڑی کہ تمھیں مزدور نہیں مل رہا تھا۔ عقل نہیں ہے۔ بالکل بے وقوف ہو۔ میں سر پر بوری لادے، پریشان تھا کہ اسے سر سے جلدی اتارا جائے۔ اور حضرت مجھے ڈانٹ پلاتے جارہے تھے۔ خیر! خدا خدا کر کے میرے سر سے بوجھ کسی طرح اترا۔

شیخ عبدالمجید سندھی کالونی

بنگلہ دیش بننے کے بعد ۱۹۷۱ء میں کچھ بہاری مسلمانوں کو ایک ایک کمرہ اور تھوڑا تھوڑا صحن دے کر کراچی سے تقریباً چالیس کیلومیٹر دور ایک ویران جگہ پر شیخ عبدالمجید سندھی کالونی بسائی گئی ہے۔ ٹھٹھہ سے واپس ہوتے ہوئے یہاں ٹھہر کر عثمان غنی مسجد میں نماز عصر ادا کی گئی۔ جماعت کے بعد دعوت اسلامی کے کچھ لڑکوں نے "فیضان سنت" پڑھ کر حاضرین کو سنایا۔ مسجد کے بغل میں ایک مکتب بنام مدرسہ ذوالنورین جاری ہے۔ محمد بشیر مونگیری ثم راجشاہی ثم کراچی نے اپنے گھر پر عصرانہ کا انتظام کیا۔

سندھی کالونی میں حکومت کے بنائے ہوئے ایک سو اسی (۱۸۰) کوارٹرس ہیں۔ بعد میں کچھ بہاری مسلمان بنگلہ دیش سے آئے اور انھوں نے اپنے طور پر مکانات بنا کے رہنا شروع کیا۔ کل پانچ ہزار نفوس پر مشتمل آبادی ہے۔ بجلی پانی کی سہولت ابھی سال بھر پہلے میسر آئی ہے۔ دو سال پہلے سندھیوں نے دور دور سے آکر پولیس کی موجودگی میں سندھی کالونی پر زبردست حملہ کیا تھا۔ سندھی چھ سات ہزار کی تعداد میں تھے۔ دو ایک بہاری شہید اور کئی ایک زخمی ہوئے۔ سندھی برابر انھیں تنگ کرتے رہے مگر یہ بہاری بھی جمے ہوئے ہیں۔ یہ سب پریشانیاں بے نظیر بھٹو کے دور میں ہوئیں۔ مگر اب نواز شریف کے زمانہ میں عافیت ہے۔

حاجی عبدالستار میمن اور بزم قاسمی برکاتی

حاجی عبدالستار میمن برکاتی جو علاقہ کاٹھیاوار کے تاجر مقیم کراچی ہیں۔ تاج العلماء حضرت سید آل رسول محمد میاں برکاتی مارہروی کے مرید ہیں۔ انھوں نے ۹ ستمبر کو دوپہر میں کراچی کے مختلف بازاروں کی اپنی کار پر سیر کرائی۔ ان کے بڑے صاحبزادے حاجی عبدالقادر برکاتی (شاہ عبداللطیف بھٹائی روڈ کراچی) کے گھر پر دوپہر کا کھانا کھایا گیا اور نماز ظہر ادا کی گئی۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم برکاتی کا قیام یہیں ہے۔ احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب برکاتی مارہروی جب کراچی تشریف لاتے ہیں تو یہیں آپ کا بھی قیام ہوتا ہے۔ اسی خانوادہ کے حاجی عبدالغفار میمن برکاتی برکاتی پبلیشرز کراچی کے مالک ہیں۔

عصر و مغرب کی نماز نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ میں پڑھی گئی۔ جس کے خطیب و امام قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحبزادہ حضرت صدر الشریعہ ہیں۔ بزم قاسمی برکاتی چھاگلہ اسٹریٹ کا یادگار دفتر بھی دیکھا گیا۔ اس کے سرپرست حاجی عبدالرحیم گیگا ہیں۔

شاہ تراب الحق قادری

بزم قاسمی برکاتی ہوتے ہوئے عشاء (۹ ستمبر) کے وقت ہم لوگ مسجد مصلح الدین گارڈن کھارادر پہنچے۔ حضرت شاہ تراب الحق قادری امامت فرما رہے تھے۔ ان کی اقتداء میں نماز عشاء پڑھی گئی۔ نماز ختم ہوتے ہی انھوں نے پرجوش مصافحہ و معانقہ کے ساتھ ہمیں خوش آمدید کہا۔ مسجد سے متصل واقع اپنے مدرسہ میں ہمیں عشائیہ دیا۔ ذمہ داران ادارہ تحقیقات کے علاوہ سید جمال الدین اسلم برکاتی۔ مولانا غلام یحییٰ انجم، مولانا محمود حسین بریلوی، حاجی عبدالستار میمن وغیرہ ساتھ میں تھے۔ عشائیہ کے بعد حضرت شاہ تراب الحق قادری صاحب ہمیں حضرت مولانا قاری مصلح الدین قادری حیدرآبادی ثم کراچی۔

(باقی آئندہ)

فقیہ امت امام ابو حنیفہؒ

از ظفر قادری ــــ احمد آباد

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت، ابو حنیفہ کنیت اور امام اعظم لقب ہے۔ آپ ۸۰ھ میں عراق کے دارالحکومت کوفہ میں پیدا ہوئے۔ عبدالملک بن مروان اس وقت اموی خلیفہ تھا اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے باون ۵۲ سال بنی امیہ کے عہد میں اور اٹھارہ سال بنی عباس کے عہد میں گذارے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی تھی ابھی آپ کی عمر سولہ سال کی تھی کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خود کاروبار سنبھال لیا۔ آپ بیحد ذہین اور محنتی تھے اس لئے کاروبار نے بہت جلد نمایاں ترقی کر لی۔ آپ کی تعلیم میں آپ کی والدہ ماجدہ کی شخصیت کا بھی بہت دخل ہے جو ایک نہایت پارسا اور نیک خاتون تھیں۔

کوفہ کے مشہور و معروف استاد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ حدیث و فقہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ آپ نے اپنی بے پناہ محنت غیر معمولی صلاحیت اور علوم حاصل کرنے میں لگن کی وجہ سے بہت جلد ایک منفرد اور اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ استاد حماد رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ درس فقہ میں تو امام اعظم کیلئے ٹھیک تھا مگر حدیث میں وہ پوری طرح سیراب نہ ہو سکے۔ اس لئے امام اعظم نے کوفہ کے محدثین کی طرف توجہ کی۔ جن محدثین سے امام اعظم نے علم حدیث حاصل کیا ان میں امام شعبی، عدی بن ثابت، معصی بن ابی عائشہ، مسلمہ بن کہیل، محارب بن وثار، ابو اسحاق شعبی، اسماک بن حرب اور ابراہیم بن محمد رحمہم اللہ کے نام بہت مشہور ہیں۔

کوفہ میں علم حاصل کرنے کے بعد امام اعظم مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ تشریف لے گئے مکہ معظمہ میں حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور مدینہ طیبہ میں امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر اپنے علم کو جلا بخشی۔ اس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے برسوں شہر شہر قصبہ قصبہ گھوم کر حدیث رسول کا علم حاصل کیا آخر میں اپنے استاد حماد رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ کوفہ میں بیٹھ کر خدمت خلق کرتے رہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے اور تقریباً اتنی ہی تعداد آپ کے شاگردوں کی ہے۔

بعض ناعاقبت اندیش لوگ مسلمانوں کو یہ کہکر گمراہ کرتے ہیں کہ دیکھو امام ابو حنیفہ نے کوفہ میں زندگی گذاری اور چونکہ کوفہ مقتل امام حسین رضی اللہ عنہ تھا اور اہل تشیع کا مرکز اس لئے وہاں امام اعظم کو بہت کم حدیثیں ملیں جس کی وجہ سے زیادہ تر مسائل وہ رائے اور قیاس سے حل کرتے تھے مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ جھوٹا الزام لگانے والے بھول جاتے ہیں کہ امام اعظم نے فقہ کے علاوہ بڑے بڑے محدثین سے علم حدیث حاصل کیا جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ امام اعظم پر قرآن و سنت کو چھوڑ کر رائے قیاس کا جو غلط الزام لگایا جاتا ہے اس کے متعلق ایک ہی واقعہ کافی ہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ امام اعظم پر ان کے مخالفین کس طرح خوف خدا سے بے نیاز ہو کر بے بنیاد الزام لگاتے ہیں۔

ایک دفعہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو ایک آدمی نے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ یہ امام ابو حنیفہ ہیں تو امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کے فرمایا کیا آپ ہمارے

نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں امام اعظم نے نہایت ہی ادب سے فرمایا معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ امام اعظم نے کہا اچھا یہ بتائیے کہ مرد کمزور ہے یا عورت۔ انھوں نے فرمایا عورت۔ امام اعظم نے فرمایا عورت کا حصہ کس قدر ہے آپ نے فرمایا مرد کے حصہ سے آدھا' امام اعظم نے فرمایا اگر میں قیاس کو ترجیح دیتا تو اس کے برعکس حکم دیتا اور کہتا مرد چونکہ قوی ہے اس لئے اس کا حصہ کم ہو اور عورت چونکہ کمزور ہے اس لئے اس کا حصہ زیادہ ہو۔ پھر امام اعظم نے پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ؟ انھوں نے فرمایا نماز۔ امام اعظم نے فرمایا اور حائضہ عورت جب پاک ہو جائے گی تو وہ نماز قضا پڑھے گی یا روزہ قضا رکھے گی؟ انہوں نے فرمایا روزہ قضا رکھے گی۔ امام اعظم نے فرمایا اگر میں قیاس کو ترجیح دیتا تو حائضہ عورت کو نماز کے قضا کا حکم دیتا روزے کا نہیں۔ پھر امام اعظم نے فرمایا فرمائیے پیشاب نجس ہے یا منی؟ انھوں نے فرمایا پیشاب۔ آپ نے فرمایا اگر میں قیاس کو مقدم کرتا تو پیشاب نکلنے سے غسل واجب بتاتا نہ کہ منی نکلنے سے یہ سن کر امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اس قدر خوش ہوئے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی چوم لی اور خوب دعائیں دیں اور فرمایا کہ آپ کے متعلق غلط پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔

(جواہر البیان صفحہ ۱۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قرآن وسنت کے مقابلے میں رائے اور قیاس کو ترجیح دیتے ہیں وہ بالکل غلط کہتے ہیں اور مخالفین کا یہ محض ایک جھوٹا پروپیگنڈہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم کا ہر ارشاد قرآن وحدیث کے مطابق اور آپ کا بیان کردہ ہر مسئلہ قرآن وسنت ہی سے مستنبط ہے۔

پھر جو لوگ کوفہ کو مقتل حسین بنا کر لوگوں میں امام اعظم کے متعلق غلط فہمی پھیلاتے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ عہد صحابہ وتابعین میں کوفہ علم حدیث اور علم فقہ کا بہت بڑا مرکز ومخزن تھا۔ یہ شہر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آباد کیا تھا۔ اس شہر میں تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی تعداد کو بسایا گیا یہاں تک کہ صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہہ صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہاں معلم بنا کر بھیجا گیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چال ڈھال میں عادت وخصلت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہ کوئی نہیں تھا۔

بہر حال حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آخری عمر تک کوفہ میں مقیم رہے اور کوفہ کو علم حدیث اور علم فقہ سے بھر دیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم وتربیت سے جو علماء تیار ہوئے ان کی تعداد علامہ زاہد الکوثری نے چار ہزار بتائی ہے اور امام عجلی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو وطن بنانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک ہزار پانچسو بتائی ہے۔

ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی میں اس شہر میں علم وفضل کا کیا چرچا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا تو فرمایا۔ اللہ تعالی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ انھوں نے کوفہ کو علم سے بھر دیا نیز فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اس امت کے چراغ ہیں۔ کوفہ میں علم حدیث کی گرم بازاری کا یہ عالم تھا کہ وہاں گھر گھر میں علم کے چرچے اور محلے محلے علم حدیث کی درسگاہیں بن چکی تھیں۔ چنانچہ حضرت علامہ ابو محمد الرامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المحدث الفاصل میں حضرت انس بن سیرین کا مقولہ نقل کیا ہے کہ جب میں کوفہ آیا تو میں نے کوفہ میں چار ہزار طالب علم اور چار سو فقیہہ پائے یہی وجہ ہے کہ اگر صرف ایک بخاری کی مثال پر نظر ڈالی جائے تو اس میں تین سو آدمی صرف کوفہ کے ہیں۔ اسی لئے ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار کوفہ کا سفر کیا۔

(درس ترمذی جلد اول صفحہ ۹۰ مطبوعہ پاکستان)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسی شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ جو اس دور میں حدیث فقہ کا مرکز تھا۔ چونکہ صحاح ستہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی حدیث مروی نہیں ہے اس لئے بعض تنگ نظر لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں کمزور تھے۔ لیکن یہ انتہائی جہالت اور بے بنیاد

ہزار ہے واقعہ یہ ہے کہ صحاح ستہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی نہیں بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کوئی حدیث مروی نہیں ہے بلکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں ان کی بھی احادیث بخاری میں تین چار جگہوں پر آئی ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بھی روایات سے معدودے چند ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ معاذ اللہ یہ لوگ علم حدیث میں کمزور تھے بلکہ وجہ یہ ہے کہ اول تو یہ حضرات فقیہہ تھے اس لئے ان کا اصل مشغلہ احکام و مسائل بیان کرنا رہا دوسرے یہ کہ ائمہ مجتہدین تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج فرض ہو چکے تھے اور نماز کیلئے وضو بھی فرض ہو چکا تھا البتہ فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب، مباح، مکروہ، مکروہ تحریمی، اور حرام کی تفصیل نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح عمل کرتے اسی طرح دیکھ دیکھ کر صحابہ عمل کرتے تھے بحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کو خوب ترقی عطا فرمائی اسی لحاظ سے دین کے مسئلے مسائل کے اہمیت بڑھنے لگی۔ فرض کس کو کہیں، واجب کس کو کہیں، کس [illegible] کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور کس [illegible] کے ترک سے سجدہ سہو ہوگا وغیرہ وغیرہ اب جتنے ارکان نماز میں ہیں سب کو فرض نہیں کہہ سکتے اس لئے قیاس کی ضرورت پڑی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ علم قرآن، علم حدیث، علم تفسیر، اصول حدیث، فقہ، علم الکلام، علم العقائد وغیرہ میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بہت بلند ہے اور جن لوگوں کو ان سے تکدر رہا وہ غلط اطلاعات کی بنا پر ہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے حق و انصاف کے ساتھ امام اعظم کے حالات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تمام علوم میں امام اعظم بلند مقام کے حامل تھے۔

عام طور پر مورخین نے لکھا ہے کہ خلیفہ منصور کو امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف سے جو خطرات پیدا ہو چکے تھے وہ بدستور باقی تھے اور اسی لئے اس نے آپ کو قید کر رکھا تھا منصور جانتا تھا کہ اگر کسی وقت ان کو رہائی ملی تو یہ ضرور میرے مخالفین کی حمایت کریں گے آخر کار خلیفہ منصور نے آپ کو رجب ۱۵۰ھ میں جیل خانہ کے اندر ہی کھانے میں زہر دلوا دیا۔ جب امام اعظم نے زہر کے اثر کو محسوس کیا تو اپنے شاگردوں کو بلا کر وصیت کی کہ مجھے خیزران کے مقبرے میں دفن کیا جائے آپ نے یہ بھی وصیت کی کہ بغداد کے اس حصے میں دفن نہ کیا جائے جسے شہر بسانے کے لئے خلیفہ منصور نے لوگوں کی املاک میں سے غصب کر لیا ہے۔ منصور نے اس وصیت کا حال سنا تو چیخ اٹھا اور کہنے لگا ابو حنیفہ زندگی اور موت میں تیری پکڑ سے مجھے کون بچائے۔

(المکی جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

آخر کار دو شعبان المعظم ۱۵۰ھ کو علم و فضل کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا۔

مولانا عاشق الرحمٰن حبیبی
صدام یونیورسٹی کے رکن نامزد

یہ خبر ہندوستانی مسلمانوں میں بڑی مسرت کے ساتھ سنی جائیگی کہ: آل انڈیا تبلیغ سیرت کے مرکزی صدر حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمٰن قادری حبیبی شیخ الحدیث جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد کو "جامعہ صدام للعلوم الاسلامیہ" (بغداد) کی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا ہے۔

یہ نامزدگی عزت مآب عبداللہ فاضل وزیر اوقاف والشؤن الدینیہ، رئیس مجلس امناء جامعہ صدام للعلوم الاسلامیہ، بغداد کے ایک آفیشل لیٹر مورخہ ۱۲/۵/۱۹۹۲ کے ذریعہ ہوئی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت مولانا عاشق الرحمٰن قادری نے بصد تہنیت اس کی منظوری وزیر موصوف کو بذریعہ سفارت خانہ عراق واقع نئی دہلی ۱/۶/۹۲ کو دیدی ہے۔

محمد وارث جمال قادری
مرکزی نائب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت
۹ رجون ۱۹۹۲ء

امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات

تجزیہ و توضیح

فتح احمد بستوی مصباحی

یہ کتنا زبردست تاریخی حادثہ ہے کہ حقیقت میں جو لوگ کفر و شرک کے مصدر، بدعت و جہالت کے مخزن اور ضلالت و گمرہی کے معدن ہیں وہی لوگ اپنی بد دینی و بے ایمانی پر خوش اعمالی کا پر فریب و چمکدار خول چڑھا کر آج اسلام کے دعویدار، مذہب کے ٹھیکیدار اور سنّت کے علمبردار ہونے کا دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہوئے اپنے ماتھے پر نام نہاد تمغائے مسلمانی کا علامتی نشان لئے ہوئے حشرات الارض کی طرح در بدر پھر رہے ہیں۔

خود اسلام کی سچی اور بنیادی تعلیم سے نابلد مگر دوسروں کو مشرک و بدعتی گردانتے ہوئے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ خود ایمان کی حلاوت سے محروم مگر دوسروں کو کافر و ملحد کہنے کے لئے ان کی زبانیں تیکھی ہو جاتی ہیں، خود سنّت پر عمل کرنے سے قاصر مگر دوسروں پر تارک سنّت کا الزام لگانے میں کچھ بھی دیر نہیں لگاتے، خود بدعت کی حقیقی تعریف سے ناواقف مگر دوسروں کو بدعتی قرار دینے میں ذرا نہیں ہچکچاتے۔

اور یہی معاندینِ حق اور مخالفین سنّت اپنے انھیں اوصاف قبیحہ اور حرکات رذیلہ کے تحت یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ "مولوی احمد رضا خاں بریلوی" کی ذات سے اسلام کا زوال، سنّت کا انحطاط، شرک و بدعت کا عروج اور منکرات و بیہودہ رسومات کا فروغ ہوا۔

حالانکہ ان کی اس الزام تراشی کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ ان کی ہزیان گوئی کی کوئی وقعت، نہ ان کی اس کذب بیانی کی کوئی اہمیت ہے نہ ان کے اس سفید جھوٹ کی کوئی حقیقت، بلکہ ان کے اس غلط پروپیگنڈے، گمراہ کن تشہیر اور دھوکہ و فریب سے خود انھیں کی ذہنی و فکری پراگندگی ظاہر ہوتی ہے جس سے ہر سنجیدہ طبیعت شخص بیزار ہے۔

مثال کے طور پر سید محمد فاروق القادری ایم۔اے، پاکستان کی تحریروں کا یہ اقتباس آپ کے انشراح صدر اور انجلار ذہن کا سبب ہوگا۔ فرماتے ہیں۔

"راقم سطور نے دینی تعلیم زیادہ تر دیو بندی مکتبہ فکر کے مدارس میں حاصل کی ہے۔ دورانِ تعلیم رات دن جو کچھ ہمیں بتایا جاتا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ "احمد رضا خاں صاحب بریلوی" ایک میلاد خواں قسم کے نیم خواندہ مولوی تھے۔ جنھوں نے دنیا بھر کی بدعات کو جائز قرار دے دیا اور مشرکانہ عقائد کا دروازہ کھول دیا۔ گویا برصغیر کے مسلمانوں میں اعتقادی و عملی لحاظ سے جو گمرہی اور خامی پائی جاتی ہے اس کے ذمّہ دار مولانا احمد رضا فاضل بریلوی ہی ہیں۔

لطف کی بات یہ کہ طفل مکتب سے لے کر ذمّہ دار اور نامور کہلانے والے علماء کی زبان تک سے یہی ایک ہی بات سننے میں آتی تھی، بچپن میں ذہن ہر چیز کا گہرا اثر لیتا ہے، یہی وجہ تھی کہ راقم کو کئی برس تک فاضل بریلوی کی کتابیں پڑھنے یا ان کے بارے

میں کچھ جاننے کا خیال نہ آیا بلکہ طبیعت میں ان کے نام سے ایک قسم کی اجنبیت اور بیگانگی رہی، یہاں تک کہ مدارس میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں اعلیٰ تعلیم کی خاطر پنجاب یونیورسٹی (پاکستان) میں ایم۔اے کی کلاس میں باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے شامل ہوا۔

حسن اتفاق سے اس دوران حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ایسی جامع الصفات شخصیت کی رفاقت بھی میسر آگئی آپ نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ایم اے میں اپنا مقالہ مکاتب دیوبند و بریلی کے اختلافات کے موضوع پر لکھوں۔ اس تحقیقاتی مقالے کے دوران مجھے فاضل بریلوی اور ان کے مخالفین کو تفصیل کے ساتھ پڑھنے کا موقع ملا اور یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ فاضل بریلوی اپنے علمی قدوقامت میں اپنے تمام معاصرین و معاندین سے کہیں بلند و بالا ہیں، وہ علم کا ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ اس کے باوصف انھیں جس طرح سے متعارف کرایا جارہا ہے وہ ان کی شخصیت کے ساتھ تاریخی ناانصافی کے مترادف ہے۔

فاضل بریلوی نہ کسی بدعت کے مجوز و مؤید ہیں اور نہ کسی غیر شرعی امر کے قائل، وہ ایک واقعی نائب نبی، سچے عاشق رسول، متبع سنت، بالغ نظر عالم دین اور نامور فقیہ تھے۔ [1]

تعصب کی پرانی عینک ہٹا کر غیر جانبدارانہ سنجیدگی و متانت اور دیانت داری کے ساتھ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی مجموعی زندگی کا مطالعہ کریں تو روح سنت کی پاکیزگی اور اسلام کی حقیقی روشنی سے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور امام موصوف کے خلاف شرک و بدعت کے فاسد الزامات بے سروپا افسانے معلوم ہونے لگیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی روشن زندگی میں فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کی مستقل پابندی بدعات و منکرات کی خود ضد ہے۔ آپ نے شریعت کے پیمانے پر جو چیز اتری اسے ہی لائق عمل بتایا اور کسی بھی افراط و تفریط سے ہمیشہ گریز کیا۔

استاذ محترم علامہ یٰسین اختر مصباحی اپنی گرانقدر تصنیف "امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "زندگی کے تمام گوشے اور اپنے ہر قول و عمل میں وہی انداز اختیار کرتے جو روحِ ایمان اور تقاضائے دین سے قریب تر ہوتا، اور اسلام کے اصول و احکام اور اس کے شعائر و امتیازات کو ہر گام پہ مدّ نظر رکھا، آپ کا ہر فیصلہ دینی فکر و مزاج کی روشنی میں ہوتا۔" [2]

کچھ آگے چل کر امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بارے میں حضرت مصنف یوں رقم طراز ہیں کہ "اتباع شریعت کا اتنا خیال تھا کہ اپنی رفتار و گفتار، نشست و برخاست، خورد و نوش، گفتگو و ملاقات، لباس اور وضع قطع ہر چیز میں مزاج شریعت کی پابندی کرتے، اور سفر و حضر ہر حالت میں اسلامی آداب کے مطابق عمل کرتے۔ مختصر یہ کہ آپ اعلیٰ اخلاق، بلند کردار، بے داغ سیرت کے حامل ایک ایسے مثالی عالم دین تھے جنھیں دیکھ کر اسلاف کرام کی یاد تازہ ہو جائے۔" [3]

امام احمد رضا فاضل بریلوی برّ صغیر کے ایسے عالم دین تھے جنھوں نے علوم دینیہ پر سینکڑوں مبسوط اور محققانہ کتابیں لکھیں۔ جن کی زندگی توحید حق، عشقِ رسول، اور اتباع سنت کا کا پیکر تھی۔ مگر اس عظیم مذہبی ذات اور قدآور علمی ہستی کو ان کی دینی و علمی خدمات کے باوجود انھیں بدعات کا موجد اور منکرات کا مؤید ٹھہرانے کی انتھک اور ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں جو صریح علمی و تاریخی ناانصافی و بددیانتی ہے۔

امام احمد رضا کے برق رفتار قلمِ حق ترجمان نے اعتقادی و عملی بدعات و منکرات کا جس طرح سے قلع قمع اور ردِ بلیغ کیا ہے تاریخ میں اس کی مثال مشکل ہے۔ بدعتوں اور غلط رسوم کی آپ نے ہمیشہ بیخ کنی فرمائی ہے۔ لاریب وہ حامیِ سنت اور ماحیِ بدعت تھے، وہ مبلغ مذہب اور مصلح امت تھے، وہ پاسدار اسلام اور پاسبانِ ملت تھے، وہ سرچشمہ علم و حکمت اور منبع فضل و شرافت تھے، وہ مخزن شریعت و طریقت اور مرکز عقیدت و محبت تھے۔ ہم فاضل بریلوی کے چند افکار

ونظریات کو تلخیص تسہیل کے ساتھ انھیں کی تصانیف کی روشنی میں پیش کرتے ہوئے آپ کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ آپ اپنی صوابدید سے فاضل بریلوی کے ایک ایک لفظ کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھیں اور سنّت کے میزان پر تولیں اگر کہیں بھی کوئی تحریر کتاب وسنّت کے معیار پر نہ اترے تو بر ملا کہہ دیں کہ انھوں نے بدعت پھیلائی اور منکرات کو ہوا دی۔

اور اگر ایسی کوئی بات آپ کو نظر نہ آئے تو پھر علمی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ اعلان فرمائیں کہ فاضل بریلوی کے بارے میں جو کچھ بھی کہا اور لکھا جا رہا ہے وہ تحقیق و مطالعہ کے بغیر فقط عصبیت وانانیت کی خود ساختہ جھوٹی کہانی ہے جو ایک عبقری شخصیت کے سحر انگیز اثر کو ختم کرنے کے لئے منظم سازش کے تحت مل جل کر اجتماعی طور پر گڑھی اور لکھی گئی ہے۔

یہاں میں یہ وضاحت بھی کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ لغت میں بدعت ہر اس نئی چیز کا نام ہے جو بغیر کسی سابقہ نمونے کے عمل میں آئے۔ اور اصطلاحِ شرع میں بدعت کا معنی ہے دین میں ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں نہ رہی ہو، اور جس کی کوئی اصل بھی کتاب وسنّت میں نہ پائی جائے۔ یعنی ہر وہ نئی چیز جو کسی دلیل شرعی کے معارض اور سنّت کے مخالف ہو بدعت ہے۔

اسلام میں یہی بدعت مذموم اور بُری ہے۔ اس کو منکر بھی کہا جاتا ہے۔ اور حدیث پاک میں اسی کے متعلق فرمایا گیا ہے کل بدعۃ ضلالۃ یعنی ہر بُری چیز بدعت گمراہی ہے اور ایسی بدعت کا ازالہ امکانی حد تک لازم وضروری ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ یعنی جب تم میں کوئی بُری چیز دیکھے تو اسے اپنے ہاتھوں مٹانے کی کوشش کرے۔ ۴؎

اور قرآن حکیم میں اسی ازالہ منکر کو امتِ محمدیہ کا امتیازی وصف شمار کیا گیا ہے ارشاد باری ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر یعنی بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ ۵؎

لیکن وہ نئے امور جو سنّت کے معارض ومخالف نہیں وہ مباحث شرعیہ میں داخل اور بدعت حسنہ ہیں جن کو مشائخ امت اور علمائے ملت نے پسند وقبول فرمایا ہے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے ہوئے خود بھی اس پر کاربند اور مصروف عمل رہے ہیں جیسے تراویح کی جماعت، قرآن پر اعراب، حدیث وفقہ کی تدوین، تفسیر کے اصول، نحو وصرف کے علوم، مسجدوں کی تزئین، مدرسوں کی تعمیر اور اسلامی کتب کی اشاعت وتوسیع وغیرہ۔

ہماری اس توضیح سے معلوم ہو گیا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک بدعت سیئہ یعنی بُری بدعت دوسری بدعت حسنہ یعنی اچھی بدعت۔ تو امام احمد رضا فاضل بریلوی نے صرف بری بدعات کا رد وازالہ کیا ہے ان تمام نئی چیزوں کا نہیں جن کی ایجاد کرنے والے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ کہہ کر بشارت وخوشخبری سنائی ہے۔

بدعت کی اس تقسیم وتمہید کو ذہن میں رکھ کر جب فاضل بریلوی کی زندگی کا جائزہ لیا جائے گا تو آپ کی زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حسین مرقع نظر آئے گی۔ بطور نمونہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

شریعت وطریقت کا باہمی ربط وتعلّق

آجکل گروہ متصوفہ اپنے فارغ المرامی کے اعلان اور اپنے علو مرتبت کے اظہار کے لئے اکثر وبیشتر یہ کہہ کر عوام کو مرعوب اور علماء کو مطعون کرتے ہیں کہ "میاں یہ طریقت ہے اور وہ شریعت" ہم طریقت والے ہیں اور وہ شریعت والے" گویا طریقت، شریعت سے جدا کوئی اور شئی ہے اور شریعت، طریقت سے کمتر کوئی اور چیز

حالانکہ امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ " شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا، طریقت کی جدائی شریعت سے محال ودشوار

ہے۔ شریعت پر ہی طریقت کا دار و مدار ہے، طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں، اسی نار جحیم اور عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی و زندقہ ہے ۔۔۔۔ بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ مرتے دم تک ہے"[6]

بے علم صوفی شریعت پر افترا کرنے والے ایسے ہی بے علم صوفیوں کے بارے میں فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ "بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔ وہ جانتا ہی نہیں شیطان اپنی باگ ڈور پر لگا لیتا ہے حدیث میں ارشاد ہوا۔ بغیر فقہ کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں پھر فرمایا بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے دھاگے کی لگام ڈالتا ہے"[7]

بزرگانِ دین کی تصاویر کچھ لوگ اپنے پیروں اور بزرگوں کی عقیدت میں ایسے اندھے ہو جاتے ہیں کہ شریعت کی پامالی کا خیال نہیں رکھتے اور اپنے مکانوں اور دوکانوں میں ان کی تصویریں تبرکات و تعویذات کے طور پر نہ صرف فریم کرا کے آویزاں رکھتے ہیں بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ ان پر پھول مالا چڑھا کر عود و لوبان کی دھونی بھی دیتے ہیں جو سراسر خلاف شرع ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے۔ دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور ان سے لذتِ عبادت کی تائید سمجھی شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔

بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت کرنا اسے معظم دینی سمجھنا، اسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں پر لگانا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہونا، اسے دیکھ کر سر جھکانا، قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام و سخت کبیرۂ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے۔ اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا"[8]

کتاب و سنت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں تصویر کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں کہ "جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے اور معبودانِ کفار کی تصویر بنانا اور سخت حرام اور اشد کبیرہ ہے"[9]

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا بنوانا اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں۔[10]

سجدۂ تعظیمی سجدۂ تعظیمی ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں آج ہماری خانقاہیں پوری طرح بدنام کردی گئی ہیں حالانکہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے پر کم و بیش ڈیڑھ سو نصوص فقہ اپنی کتاب الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ میں بیان کیا ہے۔ اب اگر کوئی نادان یا جاہل معلومات نہ رکھنے کے باعث غیر شرعی حرکت کر رہا ہے تو وہ قابل اصلاح ہے اور اس کی ذمہ داری اسی شخص پر ڈالی جائے گی جو اسے کر رہا ہے۔ اس غلطی کا الزام فاضل بریلوی یا کسی بھی عالم دین کے اوپر نہیں لگایا جا سکتا۔

سجدۂ تعظیمی کے سلسلہ میں فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ "مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین، اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین"[11]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سجدہ میرے لئے نہیں وہ تو اسی زندہ (اللہ) کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ میں امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا۔[12]

میت کے گھر دعوت اور تیجہ وغیرہ موت میں دعوت دینا بے معنی ہے۔ میت کے

یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے اس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے۔ اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ یہ دعوت خود ناجائز اور بدعت شنیعہ ہے۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کے لئے کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔

اور بروز وفات اہل میت کے یہاں حقِ بھائی چارگی وہمسائگی کے تحت صرف پہلے دن اتنا کھانا بھیجنا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہو سنت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ نہ دوسرے دن کھانا بھیجنے کی اجازت اور نہ ہی دوسروں کو اس میں سے کھانے کی اجازت۔

اور سوئم، دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ موت میں دعوت ناجائز ہے۔ [12]

قبر کیسی بنائی جائے

قبر پختہ نہ کرانا بہتر ہے اور کریں تو اندر سے کچا رہے اور اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں طول وعرض موافق قبر میت ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو اور صورت ڈھلوان بہتر ہے۔ [13]

قبر کا اونچا بنانا خلاف سنت ہے۔ میرے والد میری والدہ اور میرے بھائی کی قبریں دیکھئے۔ ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔ [14]

طواف و بوسہ قبر

طوافِ قبر، بوسۂ قبر، اور سجدۂ قبر برائے تعظیم سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ "بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے۔ اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسۂ قبر میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے اور احوط (زیادہ احتیاط) منع ہے۔" [15]

ہاں آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع شریف میں ممانعت نہیں۔ اور ہاتھ باندھے الٹے پاؤں آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں (بھی) حرج نہیں۔ [16]

فرضی مزار

فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرعیہ امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔ [17]

مزارات پر عورتوں کی حاضری

عورتوں کو مزاراتِ اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ "یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پہ جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔

سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں (روضۂ اقدس) کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔ اور قرآن عظیم نے اسے مغفرتِ ذنوب کا تریاق بتایا۔" [18]

تعزیہ داری

تعزیہ داری جو آج طریقۂ نامرضیہ (غیر پسندیدہ کام) کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز حرام ہے۔ تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں۔ اس کی جانب دیکھنا ہی نہ چاہئے۔ [19]

محرم کی ناجائز رسمیں

(۱) بعض لوگ محرم کے عشرۂ اول میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ (۲) کچھ لوگ دس دن کپڑے نہیں اتارتے۔ (۳) اور ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔ (۴) نیز ان ایام میں سوائے حضرت امام حسن وحضرت امام حسین و شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ [20]

ضروری نوٹ

ماہ محرم میں کہیں تخت اور ضریح بناتے ہیں۔ علَم اور شدّے نکالتے ہیں۔ ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے ہوتے ہیں۔ تعزیوں کا گشت ہوتا ہے۔ اور ان سے منّتیں مانی جاتی ہیں۔ تعزیوں پر ہار پھول اور ناریل وغیرہ چڑھاتے ہیں۔ تعزیہ وچوک کے پاس جوتا پہن کر جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ تعزیوں میں مصنوعی قبریں بناتے ہیں۔ تعزیہ وچوک پر شربت و مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں۔ اور دسویں محرم کو مصنوعی کربلا میں اسے جنازہ سمجھ کر دفن کرکے تیجہ، دسواں، چالیسواں سب کرتے ہیں۔ یہ تمام کی تمام باتیں واہیات وخرافات پر مشتمل ہیں۔

مہندی نکالنا، پیک بننا۔ بچوں کو فقیر بنانا۔ فرضی عباس علمبردار بن کران کی نقل کرنا۔ براق ودُلدُل بنانا۔ نوحہ وماتم کرنا۔ سینہ کوبی ومرثیہ خوانی کرنا۔ اظہار غم کے لئے جزع فزع کرنا۔ سوگ کے لئے سبز وسیاہ کپڑے پہننا۔ تعزیوں کے ساتھ لنگر (پیسہ کوڑی اور بسکٹ وروٹی) لٹانا۔ یہ سب کے سب بے ہودہ اور لغو کام ہیں۔

یہ وہ فاسد امور ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی۔ فاضل بریلوی اور ان کے تلامذہ وخلفاء نے اس کی مخالفت اور شریعت نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔

آخری بدھ

ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ (آخری بدھ) کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی۔ بنابریں اس روز کھانا وشیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں۔ مختلف جگہوں پر مختلف معمولات ہیں۔ کہیں اس روز کو نحس اور نامبارک سمجھ کر گھر کے پرانے برتن توڑ ڈالتے ہیں ـــــ مگر کیا یہ باتیں شرع سے بھی تعلق رکھتی ہیں؟

فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ "آخری چہارشنبہ (آخری بدھ) کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اس دن صحت یابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت۔ بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی۔ اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ اور اس دن کو نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ واضاعتِ مال ہے۔ بہرحال یہ سب باتیں بے اصل وبے معنی ہیں۔"[21]

شادی کی بے ہودہ رسمیں

ہمارے ملک ومعاشرہ میں لوگ شادی کے دن طرح طرح کا تماشہ کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ اس موقع پر رسم ورواج کی اتنی پابندی کرتے ہیں کہ بھلے ہی ناجائز فعل کرنا پڑے مگر رسم نہ چھوٹے۔ حتّٰی کہ بعض آدمی سودی قرض لے کر بے ہودہ رسمیں ادا کرتے ہوئے دُہرے گناہ کے مُرتکب ہوتے ہیں۔ اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلّہ کی عورتیں جمع ہوکر گاتی بجاتی اور ہلدی مہندی کی بے حیا رسم ادا کرتی ہیں۔ اسی سلسلہ میں رت جگا بھی ہے کہ عورتیں رات بھر ناچتی گاتی گلگلے پکاکر صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں۔ ناچ باجہ، پھلجھڑی ودھماکہ کے بغیر بعض لوگ شادی کو جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فوٹو گرافی وغیر شرعی چیز کے لین دین کی نمائش وفرمائش ہوتی ہے۔ یہ تمام سراسر حرام وگناہ اور شریعت کی مخالفت ہے۔

فاضل بریلوی ان کا سد باب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول ورائج ہیں بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں۔ خصوصاً وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خرانِ بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہبود سے سیکھی۔ یعنی فحش گالیوں کے گیت گانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا۔ سمدھیانہ کی عفیف پاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا۔ خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زنان میں ہونا۔ ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا۔ قہقہہ اڑانا۔ اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا۔ بے حیا بے غیرت خبیث بے حمیت مردوں کا اس شہدا پن کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر بندوبست قطعی نہ کرنا۔ یہ وہ شنیع گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں۔ اس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اپنے یہاں

اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر مرتکب کبائر، مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں۔

جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو۔ سب مسلمان مرد عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو بیٹی ماں بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں۔ ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضبِ الٰہی سے حصہ لیں گے۔"[۲۲]

مندرجہ بالا تحریروں میں بے ہودہ رسم ورواج، جاہلانہ اوہام وخرافات اور بدعات ومنکرات کے سچے انکشافات نیز مسلک اہلسنّت وجماعت کے صحیح احکامات کے تعلق سے جن خیالات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بعد کوئی ایسی صورت باقی نہیں رہ جاتی کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی پر بدعت آفرینی کا الزام لگایا جائے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مآخذ ومراجع

۱ فاضل بریلوی اور امور بدعت ص ۱۷ تا ۲۰ ناشر بزم فیضان رضا کراچی
از سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے

۲ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات ص ۲۶ المجمع الاسلامی مبارکپور از مولانا یٰسین اختر مصباحی

۳ ایضاً ص ۲۸

۴ مسلم شریف

۵ القرآن الحکیم پارہ ۴ رکوع ۳ منزل من اللہ

۶ ماخوذ از مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء ص ۱تا۸ امام احمد رضا فاضل بریلوی

۷ الملفوظ حصہ ۳ ص ۳۰ افادات

۸ تلخیص از عطایا القدیر فی حکم التصویر اختر بکڈپو خواجہ قطب بریلی امام احمد رضا فاضل بریلوی

۹ فتاویٰ رضویہ سوم ص ۱۹ امام احمد رضا فاضل بریلوی

۱۰ ماخوذ از شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ حسن پریس بریلی

۱۱ تلخیص از الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ کتب خانہ سمنانی پریس بریلی امام احمد رضا فاضل بریلوی

۱۲ ماخوذ از فتاویٰ رضویہ چہارم امام احمد رضا فاضل بریلوی

۱۳ ایضاً

۱۴ الملفوظ حصہ سوم ص ۱۰ افادات امام احمد رضا فاضل بریلوی

۱۵ احکام شریعت حصہ سوم ص ۳

۱۶ فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵

۱۷ ایضاً ص ۱۱۵

۱۸ الملفوظ حصہ دوم، احکام شریعت اول افادات امام احمد رضا فاضل بریلوی

۱۹ عرفان شریعت اول ص ۱۵

۲۰ احکام شریعت اول ص ۴۵/۴۶

۲۱ ایضاً دوم ص ۴۲

۲۲ تلخیص از ہادی الناس فی رسوم الاعراس حسن پریس بریلی امام احمد رضا فاضل بریلوی

(بقیہ صفحہ ۵۲ کا)

مولانا کا ایم فل کا شائع کرایا جاسکتا ہے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کا کام تقریباً مکمل تھا مگر ملازمت ملی تو عرب چلے گئے۔

فارسی سے اردو میں بعض کتابوں کے تراجم بھی کیے ہیں۔

مضامین بھی لکھے ہیں جو منتشر ہیں اور مختلف مذہبی جرائد میں شائع ہوئے ہیں مولانا کا اختصاص تو ادب میں تھا مگر دلچسپی قرآن وحدیث سے تھی۔

وہ کسی سے بیعت نہ تھے۔ ہوئے تو اپنے باپ سے ہی ہوئے۔ باپ شاہ علی حسین اشرفی میاں سے بیعت تھے مگر خود پیری مریدی نہیں کرتے تھے۔ حسن مثنیٰ نے میرے والد کے سانحہ ارتحال پر جو تحریر قلم بند کی تھی، اسے میں اس لئے بھیج رہا ہوں تاکہ مولانا حمید اشرف کی تربیت اور مزاج کو سمجھنے کے لئے آپ کو ایک خاص پس منظر کی جانب لے جاؤں۔

مولانا کا سنِ ولادت ۱۹۳۳ء ہے۔ مہینہ نہیں معلوم۔ جائے ولادت کچھوچھہ شریف۔

فاتحہ چہلم ان کا کس تاریخ کو ہوگا۔ میں آپ کی خدمت بابرکت میں خط لکھوں گا اور تاریخ سے مطلع کردوں گا۔

فقط۔ احقر امین اشرف

وسیم بریلوی کی نعت گوئی ـــــ ایک جائزہ

عبدالنعیم عزیزی

اُردو کا شاید ہی کوئی ایسا کم نصیب شاعر ہو جس نے نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شعر بھی نہ کہا ہو۔ بلکہ تقریباً ہر غیر مسلم شاعر نے بھی نعت کہی ہے یا نعتیہ اشعار لکھے ہیں۔ اور چند ایسے ہیں جن کے یہاں نعت کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ اور کئی ایسے بھی ہیں جن کا شمار نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ جیسے درگا سہائے سرور جہان آبادی، کشن پرشاد حیدرآبادی اور دتو رام کوثری وغیرہ۔ چند تذکرہ نویسوں نے دتو رام کے اخیر عمر میں اسلام قبول کرلینے کی بات بھی لکھی ہے۔ اور نیا نام کوثر علی اور تخلص کوثر لکھا ہے۔

(تذکرہ نعت گویاں اردو مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۱۰ ـ پروفیسر سید یونس شاہ)

پہلے ہی کے شعراء کی طرح ہند کی تحریک آزادی سے لیکر تقسیم ملک اور اس کے بعد اب تک کے سبھی شعراء نے وہ غزل گو ہوں یا نظم نگار یا کسی بھی عقیدہ اور نقطۂ نظر کے شاعر ہوں، ہر ایک کے یہاں نعتیہ اشعار ضرور ملتے ہیں رسماً ہی سہی۔

پاکستان میں ادھر تین دہائیوں سے نعت گوئی کو کافی فروغ حاصل ہوا ہے۔ آج کی جدید غزل کی طرح نعت بھی اپنے لب و لہجہ، لفظیات اور فکر کے اعتبار سے خالص اردو نعت بنتی چلی جارہی ہے نعت میں دور حاضر کے شعراء ذات و کائنات کے مسائل، انسانی دکھوں اور ان کے ! وا کی بات نعتِ رسول علیہ السلام کے حوالے سے کررہے ہیں۔

ہند کے غزل نگاروں میں بھی نعت گوئی کا رجحان بڑھا ہے آج کا شاعر جب غزل میں انسانی زیست اور اس کے ارد گرد کے ماحول اور اس کے تمام رشتوں اور سوتوں کو آئینہ دکھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور اس کے جذبات و احساسات گھٹ گھٹ کر دم توڑنے لگتے ہیں تو وہ رحمتوں کی جان پیغمبر ذیشان سے لو لگا کر، ان کی نعت کے حوالے سے آپ بیتی اور جگ بیتی دونوں کو پیش کرتا ہے اور اسی عظیم قائد اور عظیم محسن و مسیحا سے فریاد کرتا ہے، مدد طلب کرتا ہے اور زمانے کو ان کی تعلیمات و پیغامات سے روشناس کراکے تہذیب و انسانیت اور امن و محبت کے گیسو سنوارتا ہے۔

پروفیسر وسیم بریلوی دنیائے غزل کی ایک معتبر شخصیت کا نام ہے۔ ان کی غزل دھرتی کی بو باس اور انسانی ذہن و فکر کی لہروں سے قریب ہی نہیں قریب تر ہے۔ ان کے یہاں ابتذال اور ناہمواری کی سطح ناپید ہے اور ان کا فن ستھرا اور نکھرا ہے۔ ان کے کئی غزلیہ دیوان شائع ہو کر قبول عام حاصل کرچکے ہیں۔ اور ان کے نئے غزلیہ دیوان "مزاج" پر اردو اکادمی اتر پردیش نے انھیں ایوارڈ بھی دیا ہے۔ وہ صرف اسٹیج اور مشاعرہ کے شاعر نہیں، بلکہ قرطاس و قلم کی دنیا کے شاعر ہیں۔ اور ان کی شہرت ہندوسندھ کی سرزمینوں سے نکل کر مشرق وسطیٰ اور یورپ و امریکہ کی دھرتی تک پہنچ گئی ہے۔ اور وہ خود بھی ان سرزمینوں تک پہنچکر اپنے فن کا لوہا منوا چکے ہیں۔

اس مقالہ میں اسی غزل نگار کی نعت گوئی کا جائزہ مقصود ہے

یوں تو الفاظ اور شاعرانہ صلاحیت کی بنیاد پر ہر شاعر نعت کے اشعار کہہ سکتا ہے، لیکن نعت میں خلوص و صداقت اور حقیقت

کا رنگ اسی وقت نکھر سکتا ہے جب اس کے اندر مذہبی جذبہ ہو ممدوح یعنی پیغمبر اسلام علیہ السلام سے روحانی وابستگی ہو، اور ان کی سیرت وسوانح کا اسے مطالعہ ہو۔

پروفیسر وسیم شاعر محض نہیں، ان کے اندر مذہبی جذبہ بھی ہے، نماز روزے کے پابند بھی ہیں اور اولیائے کرام سے عقیدت بھی ہے۔ وہ علماء اور صلحاء کا احترام بھی کرتے ہیں۔

وہ ایک روشن دماغ اور وسیع النظر انسان ہیں۔ اور ان کا یہی کارنامہ کوئی کم نہیں کہ اپنی نجی دلچسپی اور خصوصی کاوش سے روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شاعری ونثر نگاری، حضرت علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی کی ادبی خدمات، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں کی نعت گوئی اور حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی کی شاعری پر پانچ اسکالروں کو پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا رجسٹریشن کرادیا ہے۔ جن میں چار اسکالر خود ان کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں اور مفتی اعظم کی نعت گوئی پر انھوں نے اپنے نائب پروفیسر نواب حسن نظامی کو نگراں مقرر کرادیا ہے۔ اور یہ کارنامہ وسیم بریلوی نے انجام دے کر اپنی مذہبیت اور اولیاء علماء سے اپنے لگاؤ نیز حق پسندی کا بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔ ظاہر ہے ایسا شاعر نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے سے کیسے باز رہ سکتا ہے۔ اور جب ایسا دردمند اور حق پسند شاعر نمونۂ نعت الاپے گا تو اس کے لب ولہجہ اور زبان وبیان میں کس قدر سوز وگداز، چاشنی وشیرینی اور چمک دمک ہوگی، یہ کلام سننے یا اشعار دیکھنے کے بعد ہی کہا جا سکتا ہے۔

وسیم اپنی تمام ہنرمندی اور فنکارانہ عظمت وشہرت اور مقبولیت بس اسی تاج والے کا صدقہ تسلیم کرتے ہیں کہ سارے چمک والے جس سے چمک پاتے ہیں اور جس کی گلیوں میں تاجدار بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ وسیم برملا اظہار کرتے ہیں ؎

وسیم جو بھی ہے صدقہ ہے کملی والے کا
تمہارے پاس تو کوئی ہنر نہیں لگتا

راقم السطور کے پاس اس وقت وسیم کی کل آٹھ نعتیں ہیں ان کے یہاں نعت کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ مگر کلام بکھرا پڑا ہے۔ انھیں یکجا کرکے ان کا نعتیہ دیوان مرتب کرنے کا کام شروع ہوگیا ہے۔

وسیم کے نعتیہ اشعار کے جائزے سے قبل ان کی ایک غزل کا مطلع دیکھتے چلیں اور ان کے نقطۂ نظر اور خلوص وصداقت کا اندازہ کریں ؎

مری تلاش کو بے نام وبے سفر کردے
میں تیرا راستہ چھوڑوں تو دربدر کردے

ایک متلاشی حق صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ اس کی تلاش وجستجو اور سفر کا مقصد صرف اور صرف حق ہے۔ اسے اپنے خلوص ووفا پر مکمل اعتبار اور کامل اعتماد ہے۔ اور اسی خلوص ووفا کی بنیاد پر وہ عرض کناں ہے کہ اگر اس کے پائے ثبات خلوص نیت اور وفا کیشی میں کسی کجی اور کمی کا شائبہ نظر آئے تو اسے دربدری کی سب سے اذیت ناک سزا سے دوچار کردیا جائے۔

اب ایسے ہی جذبۂ صادق اور نقطۂ نظر کا شاعر مندرجہ ذیل شعر میں اپنے عقیدے کا اظہار اس طرح کرتا ہے ؎

وسیلہ ہی بڑی چیز ہے دنیا میں وسیم
میں پکاروں گا محمد کو خدا سے پہلے (صلے اللہ علیہ وسلم)

وسیم نے جس عقیدے کا برملا اظہار کیا اسی عقیدے کی بنیاد پر محشر کے شور واروگیر اور نفسی نفسی کے عالم میں امت محمدی مطمئن نظر آئے گی۔ اس حقیقت کو وسیم اسطرح پیش کرتے ہیں ؎

لبوں پر جس کے محشر میں ہنسی معلوم ہوتی ہے
میرے آقا یہ امت آپ کی معلوم ہوتی ہے

پروفیسر وسیم کی صرف چند نعتوں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان کی نعتیں عقیدہ وعقیدت دونوں کا مظہر ہیں۔

عقیدہ کی ایک ہلکی سی جھلک کے بعد اب عقیدت بھی ملاحظہ کیجئے ؎

(۱) جب لیا نام محمد تو ہر اک جانب سے
میں نے محسوس کیا ہے کہ سلام آتے ہیں

(۲) خدا کی ذات بڑی ہے مگر اسی نے کہا
مرے حبیب کا جو دل سے ہو گیا پیارا

(۳) قیادتوں کے محافظ بس اک نگاہِ کرم
بھٹک رہا ہے بہت دن سے قافلہ میرا

شعر (۳) خالص اردو کا شعر ہے جس میں جدت بھی ہے، محبت و عقیدت کی حدت و شدت بھی ہے اور عقیدے کی تمام تر توانائی کے ساتھ حقیقت کا بھرپور اظہار بھی ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام اصل تکوین عالم ہیں، وسیم اس سچائی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں ؎

رات ڈھلتی نہ تھی دن نکلتا نہ تھا
آپ سے پہلے موسم بدلتا نہ تھا

یہ مطلع جس نعتیہ غزل کا ہے اس کی بحر بڑی مترنم ہے۔ چند شعر اور ملاحظہ کریں ؎

(۱) کیسی بے سمتیاں تھیں تمہارے بغیر
کوئی رستہ کہیں کو نکلتا نہ تھا

(۲) آپ سے قبل بھی تھی گواہی مگر
موم ہو ہو کے پتھر پگھلتا نہ تھا

(۳) ان کے روضے کو دیکھا لرزتے ہوئے
میری آنکھوں سے منظر سنبھلتا نہ تھا

ایک ایک شعر سادگی اور اصلیت کا غماز ہے، مضمون میں ندرت اور بیان میں طرفگی ہے۔ شعر ۳ سادگی پرکاری کا پیکر ہے۔ جو نزاکت سے پُر ہے۔

ایک اور شعر دیکھیں جو مبنی بر حقیقت ہے اور جس میں وسیم کے طرز بیان کا انوکھا پن اور جمالیات بھی نمایاں ہے ؎

وہ پھولوں کے جس کاغذ پہ خوشبو نے لکھا اک نام
اسی اک نام کے پھیلاؤ نے دنیا بسائی ہے

معراج مصطفٰے علیہ السلام سے متعلق ایک شعر دیکھیں ؎

فلک کو میزبانی کی اجازت جب ملی ہو گی
تو بیچاری زمیں کی رات آنکھوں میں کٹی ہو گی

شعر میں کس قدر برجستگی ہے۔ اس شعر میں صنعت تضاد بھی ہے اور محاورہ بھی۔ لیکن محاورہ نے شعر کو بجائے بوجھل کرنے کے سبک روی کے ساتھ ساتھ بانکپن بھی عطا کر دیا ہے اور معنی آفرینی کا خوبصورت نمونہ بنا دیا ہے۔

مدینہ! مدینہ ہر مسلمان کا شہر آرزو و آبرو ہے جس کے خاروں کے بانکپن پر وہ فردوس کی بہاروں کو قربان کر سکتا ہے۔ آیئے شہرِ محبوب کو وسیم کی نظروں سے دیکھئے ؎

مدینہ جیسا مجھے معتبر نہیں لگتا
کوئی مقام ہو آنکھوں کا گھر نہیں لگتا

خدا گواہ کوئی دور ہو زمانہ ہو
وسیم ایک اسی در کو دیکھنا میرا

یہ دل یہ دیدۂ حیراں یہ حوصلہ میرا
دیکھا جو گنبد خضریٰ تو کچھ نہ تھا میرا

غلام آنکھوں کا ہو جاؤں عمر بھر کیلئے
مجھے مدینہ دکھا دیں بس اک نظر کیلئے

نظر کے سامنے کوثر بھی اور جنت بھی کیا کہنا!
مدینہ جا کے قدر زندگی معلوم ہوتی ہے

وسیم آؤ درِ مصطفٰے پہ سر رکھ دیں
کہ اس سے بڑھ کے کہاں در ملے گا سر کیلئے

اور اس در کی حاضری دولت و ثروت کے سہارے نصیب نہیں ہوتی بلکہ آقا کے بلاوے پر موقوف ہے ؎

وسیم اس در پہ دولت کے سہارے کون پہنچا ہے
جسے آقا بلائیں گے اسی کی حاضری ہو گی

آج مسلمانوں کی بے راہ روی اور بد عملی کے سبب اسلام دشمن عناصر کے حوصلے جس قدر بلند ہیں اور وہ اسلام کو مٹانے کے جس قدر درپے آزار ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر جس دین حق کی حفاظت خود حافظ و حفیظ اللہ عز و جل کے ذمۂ کرم پہ ہو اور جس اسلام کی کشتی قائد اعظم و ناخدائے اعظم رسول کرم کے سہارے رواں دواں ہوا سے کون مٹا سکتا ہے اور ڈبو سکتا ہے ؎

ہوائیں کچھ بھی کہتی ہوں مگر اسلام کی کشتی
نہ ڈوبی ہے نہ ڈوبے گی کچھ ایسی ناخدائی ہے

جو اُن کے نام پہ مرنے کا عزم رکھتے ہیں
انھیں کسی بھی زمانے سے ڈر نہیں لگتا

آج کا نعت گو نعتِ نبی کے حوالے سے انسانی دُکھ درد دور کرنے کی بات کرتا ہے، وہ محسنِ اعظم کے گن بھی گاتا اور ان سے فریاد بھی کرتا ہے اور انہیں کو چاند و مسیحا تصور کرتے ہوئے ان سے اپنی کامل وابستگی اور خود سپردگی کا اظہار کرتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ کریں ؎

عرب کے چاند کی آمد سے پہلے کس نے سوچا تھا
کہ تپتی ریت کی قسمت میں ایسی چاندنی ہوگی

وہیں پہ دامنِ سرکار نے حفاظت کی
جہاں ہواؤں کی زد پہ چراغ تھا میرا

تم نے ہر دور میں کونین کو زینت دی ہے
تم سے پہلے تمہیں نبیوں کے سلام آتے ہیں

زمانہ کا غرورِ رہبری جس کا حوالہ دے
مرے آقا نے ایسی راہ دنیا کو دکھائی ہے

عجب وہ ناخنِ تدبیر تھے جن کے تصدق میں
یہ ساری زندگی سلجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے

پروفیسر وسیم بریلوی کے نعتیہ اشعار ان کے جذبات کے بھی ترجمان ہیں اور روایات کے بھی ترجمان ہیں۔ اور یہ روایات مستند مذہبی روایات ہیں۔ ان کے کلام میں خلوص کی مہک اور صداقت و اصلیت کی تابانی ہے۔ ان کی زبان آج کی خالص اردو زبان ہے۔

حضور علیہ السلام کو ”قیادتوں کے محافظ“ کہنے میں جدت کے ساتھ ساتھ استعارہ سازی کا جدید انداز اور رجحان بھی عیاں ہے ”قیادتوں کے محافظ“ سرکار کو کہنا۔ منظر کا نہ سنبھلنا، ناخنِ تدبیر، زمین کی رات کا آنکھوں میں کٹنا وغیرہ جمالیات کے رُخ کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اس مختصر سی مثال اور مختصر سے جائزے کے بعد وسیم کے خیال کی ندرت، بیان کی طرفگی، لب و لہجہ کی تازگی عیاں ہے۔ ان کے یہاں تنوع مضمون اور معنی آفرینی بھی نمایاں ہے۔ وسیم کا کلام تلمیحات اور صنائع و بدائع سے بھی مزیّن ہے۔

اقلیتی کمیشن سے متعلق بل پر

پارلیمنٹ میں مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کی تقریر

مشہور خطیب اور رکن پارلیمنٹ مولانا عبید اللہ خاں اعظمی جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لاء کانفرنس نے راجیہ سبھا کے اجلاس میں اقلیتی کمیشن کو قانونی موقف دیئے جانے سے متعلق بل پر بتاریخ ۱۴/۱ اپریل ۱۹۹۲ء جو تقریر کی اسے قارئین حجاز کے مطالعہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

صدر محترم! آپ نے اقلیتی کمیشن بل پر مجھے پارلیمنٹ میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع عنایت فرمایا ہے میں آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے محترم منسٹر جناب سیتارام کیسری صاحب کو اس بل کو پارلیمنٹ میں لانے پر قلب کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ ؎

کچھ نہیں تو کم سے کم خواب سحر دیکھا تو ہے
جس طرف دیکھا نہ تھا مڑ کر دیکھا تو ہے

یہ جو اقلیتی کمیشن بل کانگریس حکومت لائی ہے اس سے پہلے ۳/اگست ۱۹۹۱ء کو صوبہ بہار کی جنتا دل حکومت نے میناریٹی ایکٹ بہار میں پاس کر کے ہندوستان کی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو میناریٹی کے تردد پریشانی اور مصیبتوں کو حل کرنے کا سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ اور میناریٹی ایکٹ کو قانونی درجہ بخشا ہے۔

صدر محترم! جناب سیتارام کیسری صاحب قابل مبارکباد ہیں۔ جنھوں نے میناریٹی اور خصوصیت سے مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کے بعد سے اب تک ہونے والے ظلم وستم کو سمجھا اور ان کے تحفظ کے لئے وہ بل پارلیمنٹ میں لے آئے۔

ہندوستان کی عظمت کا پرچم مسلمانوں کے تعمیر کئے ہوئے لال قلعہ پر لہراتا ہوا آج بھی زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مسلمانو سنو!

ہند کو ناز ہے جس پر وہ نشانی تم ہو
تاج اور لال قلعہ کے یہاں بانی تم ہو

چونکہ وقت کی کمی ہے اور ہمارے صدر محترم کو اس کا شکوہ ہے اس لئے گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے صرف چند ترمیمات کو پیش کر کے محترم وائس چیرمین صاحب کے حکم کی تعمیل میں اپنی بات ختم کر دوں گا مسلمانوں کی حب الوطنی اور جذبہ سرفروشانہ کی تاریخ پیش کرتا ہوں کہ ؎

ہند کی مٹی سے جس کو پیار ہے
جو رہا سینہ سپر ظلم وستم کے سامنے
جو وطن کی لاج پر جاں دے کے ہوتا ہے شہید
دیش کو عزم مسلماں دے گیا عبد الحمید

جرأت اشفاق اللہ خاں کو بھلا سکتا ہے کون
اس حقیقت کو زمانے میں دبا سکتا ہے کون

دیش کی مٹی بھی جس کا حصۂ ایمان ہے
سرحد کشمیر پر قربانی عثمان ہے

صدر محترم! ہم مسلمانوں نے مادر وطن کی مانگ میں اپنے خون سے سیندور بھرا ہے اور ملک کی عظمت پر بہادر مسلمانوں نے ہر دور میں قربان ہو کر اپنے ہونہار فرزند ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

اقلیتوں کے مسائل پر آنے والے اس بل کی زبردست مخالفت مجھ سے پہلے بی جے پی کے دوستوں نے اپنی تقریر میں کرتے ہوئے اقلیتی کمیشن کے بجائے انسانی کمیشن کا مطالبہ کیا ہے۔

میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کا مسلمان کہیں باہر سے نہیں آیا ہے یہ اسی ملک کی پیداوار ہے بلکہ ہندوستان کے تحفظ کی تاریخ اس کی عظمتوں سے جڑی ہوئی ہے اس لئے آج جو اقلیتی کمیشن بل پاس ہونے جا رہا ہے یہ کسی کے دان کی بنا پر نہیں بلکہ اقلیتوں کے بلیدان کی بنیاد پر پاس ہونے جا رہا ہے۔

صدر محترم! یہ بہت ضروری تھا کہ اس بل کو پارلیمنٹ سے پاس کرایا جائے۔ پر ایک بات صاف طور پر اس ہاؤس میں کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی مجھ سے پیشتر بی جے پی کے نمائندے نے انسانی کمیشن کا مطالبہ کرتے ہوئے اقلیتی کمیشن کی مخالفت کی ہے ان لوگوں سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ انسانی کمیشن کی بات کہنے والے کیا اپنے کردار کی روشنی میں انسانیت کے احترام کو ثابت کر سکتے ہیں۔؟

ہندی ہندو ہندوستان۔ مسلم بھاگو پاکستان

اس طرح کا نعرہ لگا کر ہندوستان میں مسلمانوں کے قتل عام کے ذمہ دار فسادات کے ذریعہ مسلمانوں کا گھر جلانے والے۔ انسانوں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کرنے والے۔ آج انسانیت کی دہائی دینے چلے ہیں۔

رام جنم بھومی کے نام پر راج جنم بھومی کا خواب دیکھنے والوں نے مسلمانوں کو پرچم شعلہ سرخ کے ساتھ جھلسا دینے کا ناپاک منصوبہ ب… یہ ان کے کردار کی تاریخ رہی ہے۔ آج بھی بابری مسجد کو تباہ کر دی… کے لئے وہاں پر ساری قبروں کا مسمار کیا جانا۔ بابری مسجد کو بم … ذریعہ اڑا دینے کا منصوبہ بنانے والی فرقہ پرست پارٹی کن کن سچائی… کا انکار کرے گی؟

بابری مسجد کے جنوبی سمت پر مسلمانوں کی قبروں کو مسمار کرد… گیا جس میں قاضی قدوہ کی بھی قبر شامل ہے جو ہندوستان کے سابق وزیر خوراک جناب رفیق احمد قدوائی کے مورث اعلیٰ تھے۔

یہ میناریٹی کے ساتھ ہونے والے ظلم وستم اور انسانی احترام … انسانی کمیشن بل کی دہائی دینے والوں کے منہ پر ان کی بدکرداری کا… طمانچہ ہے۔ جو ہندوستانی حکومت کے سامنے موجود ہے۔

اس لئے پارلیمنٹ میں جو بل آیا ہے میں اس کی بھرپور حمایت کر… ہوئے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ میناریٹی بل ان تقاضوں کو پورا نہیں کر… جن ضرورتوں کی تکمیل اس میں ہونی چاہئے تھی۔

مگر میں وزیر محترم جناب سیتارام کیسری صاحب کی نیت پ… حملہ نہیں کروں گا بلکہ یہ محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ ماحول میں انھو… نے اپنی طرف سے بہتر بل لانے کی کوشش کی ہے۔

اب میں تقریر نہ کرتے ہوئے اس بل میں جو کمی رہ گئی ہے ا… ان کے سامنے رکھتا ہوں ہماری آزادی کے بعد سے اب تک کا تجر… بتلاتا ہے کہ دستور ہند میں اقلیتوں کے تحفظ اور مراعات کی دفع… اپنے آپ میں اتنی واضح ہیں کہ اگر ایمانداری سے ان پر عمل کیا گ… ہوتا تو کسی بھی طبقے کو شکایت کی گنجائش نہ ہوتی لیکن ہم اگر کہ… کہ دستور پر عمل نہیں ہوا تو آپ انکار کریں گے۔

مگر آپ کے کمیشن بنانے کا یہ تصور بتلاتا ہے کہ اب آپ بھ… مانتے ہیں کہ مسلمانوں کے تحفظ کے لئے دستور ہند کی روشنی میں ع… نہیں ہوا اور مسلمانوں کو خاک و خون میں ہمیشہ ملایا جاتا رہا۔

اس لئے اب دستور ہند سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں … کمیشن کی تشکیل ہونی چاہئے تاکہ مسلمانوں کا ٹوٹا ہوا اعتماد پھر… بحال ہو سکے۔ اب میں کمیشن بل کی خامیوں کی طرف اشارہ ک…

ہوئے اسے باعمل بنانے کی درخواست کرتا ہوں۔

۱۔ اقلیتی کمیشن میں سات ممبران ہیں۔ جن میں پانچ ممبران اقلیت کے ہیں۔ بل میں کہا گیا ہے کہ یہ کمیشن اقلیتوں کے مسائل کی انکوائری اور تجزیہ کرے گا۔ لیکن میں کہنا چاہتا ہوں کہ۔ اگر مینارٹی کمیشن یہ رپورٹ دے کہ اقلیتوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں تو ان کو کس طرح محفوظ کیا جائے گا اور عمل درآمد کا کیا راستہ ہوگا اس کی نشاندہی یہ بل نہیں کرتا، تو اگر کمیشن کی رپورٹ داخل دفتر ہو جائے اور اس پر عمل نہ ہو تو پھر بل لانے کا کیا فائدہ ہوگا۔

اس لئے میرا مطالبہ ہے کہ اس کمیشن کو ایسے واضح اختیارات دیئے جائیں کہ اس کی سفارشات پر عمل ہو سکے۔ اس کی رپورٹ پارلیمنٹ میں رکھی جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو یہ محسوس ہو کہ اس بل میں نیک نیتی سے کام لیا گیا ہے۔

۲۔ اقلیتی کمیشن کا مطلب کیا ہے جہاں تک میں نے سمجھا ہے کہ اقلیتوں کی زندگی میں جو سیاسی سماجی اور اقتصادی و تعلیمی بحران آرہا ہے اس کا مطالعہ کریں اور حکومت چاہے وہ مرکزی ہو یا صوبائی اس کے سامنے اس کمی کو پیش کریں تاکہ اس کمی کا ازالہ بہتر صورت میں ہو سکے۔ یہ ساری باتیں اس کمیشن میں نہیں ہیں اب مجھے بتلایا جائے ان خامیوں کی موجودگی میں اقلیتوں کو آپ کس طرح فائدہ پہنچا سکیں گے۔

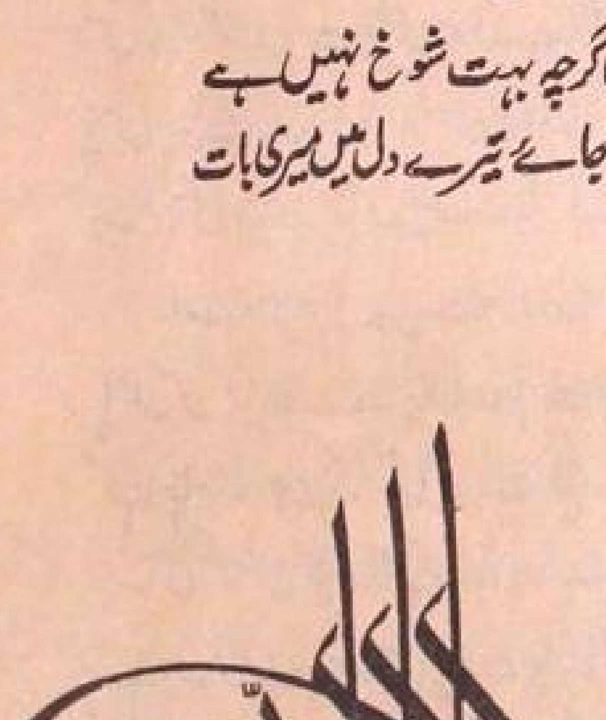
کمیشن کے صرف پانچ ممبروں کو روزگار مل جانے سے کیا اقلیتوں کے مسائل حل ہو جائیں گے؟

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اقلیتی کمیشن کو قانونی ادارہ بنانے کا کیا مطلب ہے۔

صدر محترم! کانگریسی مینی فیسٹو میں یہ صاف طور پر کہا گیا ہے کہ اقلیتی کمیشن کو دستوری درجہ دیا جائے گا تو میں کہتا ہوں کہ جب تک آپ اس کمیشن کو دستوری درجہ نہیں دیں گے تب تک اس بل کے ذریعہ اقلیتوں کا تحفظ ناممکن ہے۔

آپ ایک طرف دستوری تحفظ بھی نہیں دیں گے اور دوسری طرف اگر کھوکھلا اور کمزور قانونی تحفظ پیش کریں گے۔ تو پھر اقلیتوں کے تحفظ کی کیا گارنٹی ہوگی۔ اگر ان کے دستوری تحفظات پر عمل نہیں ہو سکتا تو پھر ایک معمولی سا قانونی کمیشن کسی طرح مسلمانوں کو اور دیگر اقلیتوں کو پامال ہونے سے نہیں روک سکتا اس لئے جب تک دستوری درجہ اس کمیشن کو نہیں دیا جاتا تب تک کمیشن کی سفارشات پر عمل کی پابندی نہیں ہو سکتی۔ اور ملک کی اقلیتوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا یہ کمیشن صرف کاغذی قانون بن کر رہ جائے گا۔ جب تک اس میں مناسب ترمیم نہیں کی جائے گی۔ اس لئے میں نے خصوصیت سے اس جانب آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے میں حکومت ہند سے اس مینارٹی کمیشن بل کو دستوری درجہ دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے اس بل کی حمایت کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ۴۴ سال سے مسلمانوں کو بے وقوف بنانے والی کانگریسی سرکار اس مرتبہ اپنے اخلاص کا اظہار کرے گی۔ آخر میں یہ کہتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ ؎

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات



اسرائیل سے سفارتی تعلقات

اور لیبیا کی ناکہ بندی

یٰسین اختر مصباحی

اخبارات کے ذریعہ اس افسوس ناک پیش قدمی کا علم ہوا کہ ہندوستانی حکومت نے اعلیٰ سطحی رائے مشورہ کے بعد نسل پرست یہودی ریاست کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ کیاہے۔ یہ فیصلہ ہماری نظر میں نہ صرف ایک غاصبانہ وجود کی کھلی ہوئی تائید ہے بلکہ ہندوستان کی سابقہ خارجہ پالیسی سے انحراف اور یورپی اقتصادی برادری و امریکی سامراج کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی بدترین مثال بھی ہے۔ جس کی ہم شدید مذمت کرتے ہوئے حکومتِ ہند سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے بدلتے ہوئے موقف پر نظر ثانی کرے۔

آثار و قرائن بتلا رہے ہیں کہ جنوری ۱۹۹۱ء کی خلیجی جنگ امریکی سامراج نے عراق کے خلاف سرزمین سعودی عرب سے اسی شرط پر لڑی ہے کہ وہ اس وقت تو عراق کی پیش قدمی کو روک کر اس کا تحفظ کر دے گا۔ مگر اس کے بدلہ میں سعودی عرب کو اسرائیل کے ساتھ مستقل طور پر نرم رویہ اپنانا ہوگا اور حالات کے سازگار ہوتے ہی اسے تسلیم بھی کرنا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ چند روز پہلے اخبارات میں یہ خبر آئی کہ سعودی عرب اسرائیل کو غیر مشروط طور پر تسلیم کر کے اس کے ساتھ جلد ہی سفارتی تعلقات قائم کر لے گا۔ اب ظاہر ہے کہ سعودی عرب کی شخصی و خاندانی حکومت کا یہ کردار دنیا کے سبھی مسلمانوں اور عربوں کے حق میں کیسے سنگین نتائج کا حامل ہوگا۔

آج ہم حکومت ہند سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ اس پہلو پر غور کرے کہ کیا فلسطینی عوام کو ان کے جائز حقوق مل چکے ہیں؟ کیا فلسطینی ریاست کا قیام عمل میں آچکا ہے؟ اور کیا ہندوستان کی معاشیات و اقتصادیات پر اس کے اس غیر اخلاقی و غیر سیاسی اقدام کے نہایت ناخوشگوار اثرات مرتب نہیں ہوں گے؟

ارشد القادری (صدر) یٰسین اختر مصباحی (نائب صدر)۔
عبید اللہ خاں اعظمی ایم پی (سکریٹری جنرل) محمد ادریس بستوی (جنرل سکریٹری)

مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۹۲ء بعد نماز مغرب جمدا شاہی ضلع بستی یو۔پی ملک کے مشاہیر علماء و مشائخ کی ایک اہم اور خصوصی نشست زیر صدارت علامہ ارشد القادری نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن و صدر کل ہند مسلم پرسنل لا ر کانفرنس منعقد ہوئی۔

شرکا ر نشست نے امریکی اقوام متحدہ کی ایک قرارداد کے تحت لیبیا کی ناکہ بندی اور امریکہ کی جارحانہ روش پر سخت غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے اس کارروائی کو عالم اسلام اور امن پسند و ترقی پذیر ممالک کے خلاف ایک سازش قرار دیا اور مسلمانانِ ہند سے اپیل کی کہ وہ نہایت پُرامن طریقہ سے امریکہ کی مذمت اور لیبیا کی حمایت کے لیے رائے عامہ ہموار کریں۔ (مولانا یٰسین اختر مصباحی اور مولانا محمد ادریس بستوی کی تحریک پر اس نشست کا انعقاد ہوا)۔

اسماء دستخط کنندگان

۱۔ علامہ اختر رضا خاں ازہری جانشین مفتی اعظم بریلی۔ یو۔پی۔
۲۔ مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبۂ افتار الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔ یو۔پی۔
۳۔ علامہ ارشد القادری نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن

(باقی صفحہ ۴۷ پر)

علامہ شاہد رضا نعیمی کی کتاب "برطانیہ میں اسلام"

کا علمی تجزیہ

مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی
سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن

آجکل برطانیہ میں علامہ شاہد رضا نعیمی کی معرکۃ الآرا کتاب ISLAM IN BRITAIN کا علمی حلقوں میں بہت چرچا ہے برطانوی ذرائع ابلاغ اور مستشرقین نے اس کتاب پر جس قدر توجہ دی ہے مسلمانانِ برطانیہ کے عنوان پر لکھی جانے والی کسی اور کتاب کو اس قدر قابلِ توجہ نہیں سمجھا ہے۔

اس کتاب کی اس قدر بھرپور پذیرائی ہوئی کہ منظرِ عام پر آنے کے چند مہینوں بعد ہی وہ تمام ادارے حرکت میں آگئے جو اس ملک میں بسنے والی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کے بارے میں حقائق جاننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ برمنگھم یونیورسٹی کے سنٹر فار اسلامک اسٹڈی نے اس کتاب پر ایک تجزیاتی مذاکرہ منعقد کیا جس میں یونیورسٹی کے ان ریسرچ اسکالرس نے حصہ لیا جو اسلام اور مسلمانوں پر اپنے تحقیقی مقالات مرتب کر رہے ہیں۔ اس سیمینار میں شرکار مذاکرہ نے کہا کہ آپ نے اس کتاب میں خود تنقیدی اور خود احتسابی سے کام لیا ہے جو ایک صحت مند رجحان ہے مسلمان ہمیشہ اپنے معاشرے کے روشن پہلوؤں پر تو اظہار خیال کرتے ہیں مگر تاریک پہلوؤں کو نمایاں نہیں کرتے مگر آپ نے مسلم معاشرے کی بیماریوں کی نشاندہی کی ہے یہ سابقہ روایات سے ہٹ کر ایک فکر انگیز کوشش ہے اس لئے ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔ لندن ٹائمز نے اس مختصر سی کتاب پر دو کالمی تبصرہ شائع کیا، اور اس کتاب کی خوبیوں کو سراہا۔ ایک غیر برطانوی رائٹر کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ لندن ٹائمز جیسے اخبارات اس پہ تبصرہ کریں اور اس کے مندرجات کو نگاہِ اعتبار سے دیکھیں۔ لندن ٹائمز کے علاوہ بی بی سی ریڈیو کی ورلڈ سروس نے علامہ شاہد رضا کے ۲ دو انٹرویو ریکارڈ کئے۔ لیسٹر یونیورسٹی میں بھی اس کتاب پر مذاکرہ ہوا جس میں اساتذہ اور مقامی چرچ کے لیڈروں نے حصہ لیا، اور اس کتاب کو اپنے موضوع پر منفرد اور حقائق سے لبریز قرار دیا، ان بین الاقوامی اداروں کے علاوہ "مسلم نیوز"، "الاسلامیہ" "اسلامک ٹائمز"، "جنگ لندن" وغیرہ نے بھی بھرپور تبصرے شائع کئے۔

برطانیہ کے مشہور مستشرق مونٹ گری واٹ نے اس کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا۔ "میں نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھا اگرچہ مجھے چند امور پر اختلاف ہے مگر مجموعی طور پر یہ کتاب قابل تعریف ہے"۔

تادمِ تحریر اس کتاب سے متعلق سیمینار، انٹرویوز، اور تبصروں کا سلسلہ جاری ہے۔ مولانا شاہد رضا نعیمی نے یہ کتاب برطانیہ میں اسلام کے حال اور مستقبل کے بارے میں لکھی ہے، انھوں نے ان امراض کی نشاندہی کی ہے جن کی وجہ سے غیر مسلم اقوام کا اسلام سے فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اسلام اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے مگر اسلام کو پیش کرنے والے اسے صحیح انداز سے نہیں پیش کر رہے ہیں، مغربی معاشرہ جن خرابیوں کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اسلام کی خرابیاں نہیں بلکہ اُن مسلمانوں کی خرابیاں ہیں جو اسلام سے واقفیت کے دعوے کے باوجود ناواقف ہیں۔

مولانا شاہد رضا نے یہاں کی مسلم قیادت پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے، اور مسلم تنظیموں کے علاوہ مساجد، مدارس، اور دیگر پریشر

گروپس کا جائزہ لیا ہے، اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حالات وہ نہیں ہیں جو یہاں کے مسلمان پیش کر رہے ہیں، بلکہ حالات وہ ہیں جو خود بخود مستقبل میں ہماری کامیابیوں اور ناکامیوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اور اگر حالات کا یہ تسلسل قائم رہا اور ہم اپنی خود فریبیوں میں یوں ہی مبتلا رہے تو ملّت کا اجتماعی شیرازہ ایک ایسے منطقی انجام کو پہنچے گا جس کے تصور ہی سے ہم کانپ جاتے ہیں۔

ان کی کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلم لیڈرشپ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہاں سرے سے کوئی لیڈرشپ ہی موجود نہیں ہے۔ دعوت و تبلیغ کے اداروں کا یہ عالم ہے کہ ان میں دعوت و تبلیغ کے علاوہ سب کچھ ہوتا ہے۔ مسلمانان برطانیہ نے عجلت میں سیکڑوں مساجد بنا لیں مگر علمار و ائمہ کا صحیح انتخاب نہ کرنے کی وجہ سے یہ لوگ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں سخت ناکام رہے۔

مصنف نے اس سلسلے میں بعض مساجد، مدارس اور تنظیموں کو کنٹرول کرنے والی بیرونی طاقتوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو انھیں فنڈ فراہم کر رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ ان اداروں سے صرف ان کے مزعومہ اسلام کی تبلیغ ہو نتیجہ یہ ہے کہ سعودی ریال اور ایرانی خیرات پر پلنے والے یہ ادارے یہاں کے مسلمانوں کے حقیقی مسائل سے آنکھیں بند کر کے سعودی اور ایرانی برانڈ اسلام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں، انھیں اس بات کی خبر ہی نہیں ہے کہ ایک سیکولر آزاد اور حساس معاشرے میں اسلام کو کس طرح پیش کیا جانا چاہئے۔ یہاں کی مسلم تنظیمیں، مختلف ملکوں سے آنے والے مسلمانوں نے قائم کی ہیں، وہ صرف ان مسائل پر دست گریباں ہیں۔ جو ان کے اپنے ملکوں میں پیش آ رہے ہیں اور یہاں کے دو ملین مسلمانوں کے مسائل۔ بے جا غفلت کا شکار ہیں۔

یہاں پر جنم لینے والی نسل کے سامنے کوئی واضح راہِ عمل نہیں ہے، وہ گھر اور باہر کے تضاد کی چکی میں پس رہی ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے، مسلم خواتین کے سامنے حقیقی اسلام کے بجائے ان کے اپنے اپنے ملکوں کا مسلط کیا ہوا نظام ہے جس کو بد قسمتی سے وہ اسلام سمجھ بیٹھی ہیں اور اور اس طرح سے لاشعوری طور پر وہ اسلام سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔

مصنف نے اس کتاب میں اہلسنت، دیوبندی، اہل حدیث، جماعت اسلامی، شیعہ، پرویزی، اور چکڑالوی تنظیموں اور ان کی کارکردگی نیز عقائد و نظریات کا اجمالی تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے برطانیہ میں موجودہ مسلمانوں کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کو سامنے رکھ کر مسلم علمار اور دانشور مستقبل کے لائحۂ عمل متعین کر سکیں۔ کتاب کا مجموعی تاثر یہ ہے۔

۱۔ برطانیہ میں اسلام "ردّ عمل کا اسلام" بن کر رہ گیا ہے، ہمیں ردّ عمل کے اسلام کے بجائے عمل کے اسلام کی طرف لوٹنا ہوگا۔

۲۔ تعلیم کے میدان میں ہمیں اپنا حقیقی کردار متعین کرنا ہوگا۔

۳۔ اسلام کا علمی اور فکری تعارف کرانا ہوگا۔

۴۔ ہمیں اپنے مسائل کو منافقت، تصادم اور اختلاف کی راہ سے حل کرنے کے بجائے اخلاص، مفاہمت، صبر و ضبط کی راہوں سے حل کرنا ہوگا۔

۵۔ بیرونی دباؤ کو قبول کئے بغیر ہم کو مغربی معاشرے میں اسلام کی حقیقی اقدار کو اجاگر کرنا ہوگا۔

۶۔ یہاں کی ضروریات کے مطابق لٹریچر تیار کرنے ہوں گے اور تبلیغ کا وہ سائنٹفک طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو یہاں کے لوگوں کے لئے قابل قبول ہو۔

۷۔ ایسے اداروں کا قیام عمل میں لانا ہوگا جہاں حقیقی اسلام کا عملاً مشاہدہ کیا جا سکے۔

۸۔ یہاں کے مسلم معاشرے میں اسلامی اور غیر اسلامی اقدار کے درمیان حد امتیاز قائم کرنا ہوگا تاکہ لوگ حقیقی اسلام سے آشنا ہو سکیں۔

۹۔ ضد، عناد اور غیر ضروری تصادم سے اجتناب کرتے ہوئے افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

۱۰۔ مغربی معاشرے میں موجود ان خوبیوں کو اپنانا ہوگا جو حقیقۃً اسلامی ہیں مگر مغرب سے دشمنی میں ہم نے ان کو بھی آورد اغیار سمجھ رکھا ہے۔

انوارِ خیال پہ اظہارِ خیال

جناب سید حامد صاحب
سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

میرے لئے ایک خوشگوار فریضہ ہے کہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی تازہ ترین تصنیف "انوارِ خیال" کے متعلق اپنی رائے کا مختصراً اظہار کروں۔ جناب سید اوصاف علی صاحب (ایکٹنگ ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹیڈیز ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی ۶۲) نے بصیرت کے ساتھ اور جناب غلام یحییٰ انجم نے تفصیل کے ساتھ اس کتاب سے متعلق اظہار رائے کیا ہے۔ میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے بڑی کاوش سے یہ مقالات لکھے جمع کئے اور پھر ان کو منزل طباعت تک پہنچایا، میں اس کا بھی اعتراف کرنا چاہوں گا کہ جس وقت نظر سے اس کتاب کا مطالعہ مجھے کرنا چاہئے تھا وہ میں نہیں کرسکا۔ اور مجھے اس کا وقت نہیں ملا تاہم یہ قید تو نہیں ہے کہ کتاب کی رونمائی سے پہلے ہی اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرلیا جائے۔ میرے مختصر کتابوں کے مجموعہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے فرصت ملی تو میں پھر اس کتاب کو پڑھوں گا۔

کتاب بہت کاوش کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے کا نظام تعلیم جس پر ہم اب نکتہ چیں ہوتے ہیں وہ کئی عنوانوں سے موجودہ نظام سے بہتر تھا اپنے پہلے مقالے میں فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ علامہ تقی الدین المقریزی نے استفادہ کیا چھ سو استادوں سے اور یہ استفادہ انتخاب کی رو سے ہوتا تھا کہ فلاں علم کا ماہر فلاں شہر میں ہے تو یہ حضرات طویل سفر کرکے ان کی خدمت میں پہنچتے تھے اور یہ تو ہم بھی نہیں ہوتا کہ ہم ان سے بڑے عالم ہیں ان سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں ان سے زیادہ منصب رکھتے ہیں) اگر علم کی کسی شاخ سے متعلق کسی نے تبحر فراہم کرلیا ہے تو ان حضرات کو ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس ہوتی یہ بڑی بات تھی اور مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جو جدید نظام تعلیم رائج ہوا اس میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن اس نے بہت سی بندشوں اور بہت سی گرہوں میں اپنے کو جکڑ لیا ہے اس طرح نصاب کا نظام اتنا جکڑا ہوا ہے کہ اس میں زیادہ گنجائش ہی نہیں رہی اور یونیورسٹیوں اور کالجوں کا نظام تعلیم بھی ایسا ہے کہ اگر ایک یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئے تو پھر اسی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہوکر نکلے۔

علم کا ناطہ حصول روزگار سے انگریزوں نے جوڑا پہلے یہ ناطہ تھا ہی نہیں علم کو بحیثیت علم ہی حاصل کیا جاتا تھا اگر اس سے کوئی ملازمت ملی تو اسے ایک ضمنی فوائد میں سے گنا جاتا تھا۔ انگریزوں کا جہاں ہمارے ملک میں بڑا احسان یہ ہے کہ علوم سے ہندوستان کو روشناس کرایا وہیں انھوں نے انکے ساتھ کچھ زیادتیاں بھی کیں۔ فاضل مصنف کا مقالہ پڑھتے ہوئے ایک نظر علامہ عینی اور علامہ مقریزی کی چشمکوں کی طرف گئی اور اچانک یہ احساس ہوا کہ ہمارے بعض اہل علم جن کا شمار اکابر میں ہوتا ہے وہ جب چشمکوں پر اتر آتے تھے تو بعض اوقات شائستگی اور تہذیب کے دائروں سے تجاوز کر جاتے تھے۔ اس زمانے میں راویوں میں بعض اوقات ایسی شدت آجایا کرتی تھی جس کو جدید زمانے کے اہل علم گوارہ نہیں کرسکتے۔ ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ معقولات کی کتابیں اس لائق ہیں کہ

ان سے استنجا کیا جائے تو اس قسم کی شدت اب ناقابل تصور ہے اور اچھا ہے کہ اس طرح کی سختی اظہار رائے میں جدید مزاج کے خلاف ہے میں کسی قدر تفصیل سے درس نظامی کے جدید تقاضوں کے متعلق گفتگو کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ دینی مکاتیب اور مدارس کے متعلق سے عام طور پر جدید تعلیم سے جو لوگ بہرہ یاب ہو چکے ہیں وہ لوگ نکتہ چینی کا انداز اختیار کرتے ہیں لیکن میری دانست میں یہ روا نہیں اور اس بنا پر روا ضرور ہے کہ ان مدارس نے اپنے نصاب میں اور اپنے طریقۂ تدریس میں کوئی معنی خیز تبدیلی نہیں کی جبکہ گذشتہ سو سالوں میں اس قسم کی بہت سی کوششیں کی گئیں۔

لیکن اس لحاظ سے کہ اگر یہ کہیں کہ ہم مکاتب اور مدارس میں یہ لوگ سائنس کو داخل کیوں نہیں کرتے، ہم یہ نہیں سوچتے تھوڑی دیر کیلئے بھی کہ ہم ان کے لئے کوئی وسائل فراہم نہیں کرتے یہ لوگ معلوم نہیں کس طرح ان مدارس اور مکاتب کو چلاتے ہیں۔ اپنے محصلین اور سفراء کو شہروں شہروں بھیجتے ہیں وہ وہاں جاکر چرم قربانی اور کبھی زکوٰۃ کا روپیہ وصول کرکے لاتے ہیں اور مہینوں تک تنخواہیں نہیں ملتی ہیں تو آپ سائنس اور ریاضی اور دوسرے جدید علوم کو اگر اس میں داخل کریں تو کس طرح علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اس سلسلہ میں قدم اٹھایا انھوں نے بہت سے مدارس کو دعوت دی کوئی اس طرح انہتر نمائندے وہاں آئے سیمینار کیا اور انھوں نے رضامندی کا اظہار کیا کہ ہم ان مضامین کو اپنے یہاں داخل کرنا چاہتے ہیں اور وہاں کے طلبہ بھی خواہاں ہیں اس بات کے کہ جدید مضامین داخل نصاب کئے جائیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پانچ چھ سو سات سو آٹھ سو سے زیادہ تنخواہیں نہ دی جاتی ہوں وہاں سائنس، ریاضی اور دیگر جدید علوم پڑھانے والے کس طرح پڑھائیں گے یہ توقع کرنا کہ فی سبیل اللہ کوئی آجائے گا یہ ایک لحاظ سے خام خیال ہے اور اگر کچھ مدارس یہ کوشش بھی کرلیں کہ ہم ان کو دو ہزار ڈھائی ہزار، تین ہزار، چار ہزار تنخواہ دیں گے جدید مضامین کے پڑھانے والوں کو تو پھر دو طبقے ہو جائیں گے اساتذہ کے ایک وہ جو دینی مضامین اور عربی پڑھا رہے ہیں اور دوسرے وہ جو جدید مضامین پڑھاتے ہیں ان کی قدر و اہمیت انتظامیہ کی نظر میں بھی زیادہ ہے اس کا بھی برا اثر پڑ سکتا ہے بہرحال یہ مسئلہ ہے ہندوستان میں جابجا کوششیں کی گئیں اور اب بھی اس مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے اور ابھی بہت کچھ گنجائش ہے۔ اس کیلئے کوئی راہ نکالنی ہوگی ایک تو یہ کہ علی گڑھ یونیورسٹی اور دوسری یونیورسٹیوں نے ان کی اسناد کو تسلیم کیا ہے جس کے سبب مدارس کے بہت سے طلبہ وہاں داخل ہوئے اور انھوں نے یونیورسٹیوں میں مزید تعلیم حاصل کی مگر مسئلہ کا یہ حل نہیں ہے اور جب تک یہ ملت اس بات کے لئے رضامند نہیں ہو جاتی کہ دینی مدارس کو وہ وسائل فراہم کرسکے جو جدید مضامین کی تعلیم کی کفالت کرسکیں اس وقت تک مسئلہ کا کوئی حل نہیں نکلے گا ہم نکتہ چینی ضرور کرتے ہیں مگر اس سے کام نہیں چلے گا ہم کو نہ صرف نصاب میں جدید مضامین داخل کرنا ہے بلکہ طریقۂ تدریس میں جو مغرب میں تبدیلیاں گذشتہ دو سالوں کے اندر ہوئی ہیں۔ طریقۂ تدریس میں ترقیوں کو سمونا یہ انقلابی قدم ہوں گے ان قدموں کو اٹھانے کیلئے ہمیں وسائل فراہم کرنے چاہئیں۔

بہرحال میں بہت زیادہ آپ کا وقت نہیں لوں گا یہ سمجھتا ہوں کہ کسی یونیورسٹی کی آبرو یہ ہوتی ہے کہ وہاں تحقیق کا معیار کیا ہے تحقیق کا چلن ہے کہ نہیں تصنیف و تالیف کے چشمے بہہ رہے ہیں کہ نہیں تو اس لحاظ سے جناب یحییٰ انجم صاحب مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنے مقالات جس میں بہت سے معنی خیز ہیں جو انھوں نے آج آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ واقعات کے لحاظ سے اور ماخذ کے لحاظ سے کتاب یقیناً اہم ہے اس خنجر پر ابھی دھار اور رکھی باقی ہے جس کو تجزیہ اور تحلیل کہتے ہیں جس میں مصنف کی اپنی گرفت بہت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے لیکن تفصیلی پر سوں

(باقی صفحہ ۵۹ پر)

حضرت علّامہ شاہ احمد نورانی میاںؒ

فتح احمد بستوی مصباحی

اردو ادب کی تاریخ میں مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی علیہ الرحمۃ کا نام زرّیں حروف سے لکھا جاتا ہے جنھوں نے اردو ادب کو ایک جہت عطا فرمائی۔ آپ نے بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کے لیے نظمیں اور مضامین لکھے۔ کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان کی تحریریں خصوصًا پاکستان میں ایم۔ اے وغیرہ جماعتوں میں داخل نصاب ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی کے چھوٹے بھائی مولانا عبد الحکیم جوش میرٹھی علیہ الرحمۃ بھی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور خوش فکر شاعر تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا عبد الحکیم جوش علیہ الرحمۃ کو ایک ایسا فرزند رشید عطا فرمایا جو آگے چل کر خاندانی جاہ وجلال اور موروثی فضل وکمال میں چار چاند لگاتے ہوئے "مبلغ اعظم اور سفیر اسلام" کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

اسلام کا یہ مبلغ اعظم کوئی اور نہیں بلکہ حضرت علامہ الشاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔ جنھیں مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی نظر کیمیا اثر نے کندن بنا دیا تھا۔ فاضل بریلوی کے در دولت اور بافیض بارگاہ سے انھوں نے ایسا استفادہ کیا کہ دنیا کی تمام اہم زبانوں پر اہل زبان کی طرح انھیں قدرتِ بیان حاصل ہو گئی۔ اور سفیر اسلام بن کر پوری دنیا کو اسلام کی روشنی سے درخشاں فرمایا۔ دین حق کو غالب کرنے کے لیے مبلغ اسلام نے ایسی مساعی جمیلہ فرمائی کہ برّ اعظم افریقہ، یورپ، امریکہ، ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں اپنی شعلہ نوائی سے اسلام کی حقانیت کے نقوشِ دوام ثبت فرما دیے۔

جہاں انھوں نے دیگر مذاہب کے بڑے بڑے مفکروں اور دانشوروں کو مناظرے میں مسکتِ جوابات دے کر شکست فاش دی وہیں اسلام کی صحیح تصویر اور دین کی سچی تعلیمات کو پیش فرما کر ۵۴ ہزار سے زائد غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام بھی کیا اگر وہ لاکھوں مریدوں کے پیر طریقت تھے تو کروڑوں مسلمانوں کے رہبر شریعت بھی۔ ان کا مزار جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

اسی عظیم المرتبت رجل رشید، مرد با خدا عظیم مفکر و مدبر اور مبلغ اعظم و مجاہد اسلام (علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ) کے فرزند ارجمند حضرت قائد اہلسنّت علّامہ شاہ احمد نورانی صدّیقی ہیں جن کی پیدائش ہندوستان کے سب سے بڑے صوبے اترپردیش کے مشہور شہر میرٹھ میں ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ قائد اہلسنّت نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک مع تجوید حفظ کر لیا۔ نیشنل عربک کالج میرٹھ میں اور الٰہ آباد یونیورسٹی سے عصری تعلیم حاصل کی۔ دینی علوم وفنون کے لیے مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں زیر تعلیم رہے اور بالآخر درس نظامی کی تکمیل پر حضور مفتی اعظم ہند حضرت الشاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، صدر الافاضل حضرت سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی اور خود ان کے والد ماجد مبلغ اسلام حضرت الشاہ عبد العلیم صدّیقی میرٹھی علیہم الرحمۃ والرضوان نے اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی اس طرح سے قائد اہلسنّت کی زندگی کا اک نیا دور شروع ہوا اور پھر حالات کے تقاضوں کے پیش نظر ۱۹۴۹ء میں آپ ہندوستان سے پاکستان تشریف لے جا کر

وہیں مستقل سکونت پذیر ہو گئے۔

قدرت ہمیشہ بڑے کاموں کی انجام دہی کے لیے بڑے انسانوں کی تخلیق کیا کرتی ہے اور بلاشبہ آج کی بین الاقوامی بڑی شخصیتوں میں قائد اہلسنت علامہ نورانی بھی ہیں جن کے اندر قائدانہ صلاحیت اور رہبرانہ بصیرت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اس وقت عالم اسلام کی مقتدر ہستیوں میں قائد اہلسنت کی ذات سر خیل امت اور سالار قافلہ کی حیثیت سے نمایاں مقام رکھتی ہے۔

باوقار دراز قد، وجیہہ و خوبصورت نورانی چہرہ، متوسط جسم، دل پذیر و اثرانگیز دلچسپ باتیں، سیاسی فکر کی پختگی اور زبان و بیان کی ندرت و حکمت، وسعت نظری اور بلند فکری سے متصف ان کی آبدار شخصیت اپنی مثال آپ ہے۔ وہ اخلاق و کردار کی اس بلندی پر ہیں جہاں کم ہی لوگوں کی رسائی ہو پاتی ہے۔

اسلام کی تبلیغ، دین کی اشاعت اور مذہب کا دفاع کرنا، توحید و رسالت کی شمع روشن کرنا، مقام و عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عظمت صحابہ و اولیاء کی حفاظت کرنا، نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے شبانہ روز جدوجہد کرنا آپ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ آپ اسلامی تعلیمات و احکام کی مجسم تصویر اور نظام مصطفیٰ کی مکمل تفسیر بن کر نہایت ہی صدق دلی اور حسن نیت کے ساتھ اسلام کے آفاقی پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کے لئے پوری جاں کاہی و جاں کاوی سے مسلسل اور بے لوث کوشش فرما رہے ہیں آپ ایسے مقتدر عالم دین، مفتخر حافظ قرآن و قاری فرقان، عالمگیر شہرت یافتہ مبلغ اسلام ہیں جو نہ صرف عربی فارسی اردو انگریزی سواحلی اور فرانسیسی وغیرہ روانی کے ساتھ بولتے اور سمجھتے ہیں بلکہ قدیم و جدید علوم پر مہارت تامہ اور کئی اہم عالمی زبانوں پر کامل دسترس بھی رکھتے ہیں۔

قائد اہلسنت کا اسلامی مشن اور مذہبی نظریہ یہ ہے کہ انسان خواہ وہ دنیا کے کسی بھی علاقہ و زبان سے تعلق رکھتا ہو اسے دامن مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے وابستہ ہو جانا چاہئے کیونکہ نسبت رسول ہی فلاح و نجاح اور نجات و مغفرت کا واحد ذریعہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دین حق کی سربلندی اور تبلیغی مقاصد کے لئے آپ نے دنیا کے بیشتر ملکوں مثلاً روس، چین، امریکہ، برطانیہ، افریقہ، کینیڈا، فرانس، جرمنی، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، ملاگاسی، ماریشش، نائیجریا، صومالیہ، ملیشیا، ہالینڈ، انگلینڈ، مصر، لیبیا، عراق، ایران، ہندوستان، بنگلہ دیش، سری لنکا وغیرہ تمام براعظموں کے اکثر ملکوں اور شہروں کا سفر کر کے ہزاروں غیر مسلموں کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرمادیا آج آپ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ جہاں لاکھوں مریدوں کے شیخ کبیر ہیں وہیں کروڑوں مسلمان سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے اسلامی خوابوں کی تعبیر بھی ہیں۔

قائد اہلسنت اشاعت دین اور احیاء اسلام کی راہ میں رنگ و نسل اور علاقہ و زبان کی حد بندیوں کو توڑ کر اپنی بے باکی و حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت ہی شان و شوکت اور تدبر و حکمت کے ساتھ پوری دنیائے انسانیت کو قرآن کا روحانی فرمان سنا کر قافلۂ اسلام میں قابل رشک اضافہ فرما رہے ہیں۔

صدیقی خانوادہ کا یہ چشم و چراغ فکر معاش سے بالکل بے نیاز مگر عملی طور پر جود و سخا اور ایثار و قربانی کی حسین داستانیں رقم کر رہا ہے۔ اس زر اندوزی اور دولت پرستی کے دور میں بھی اس کے توکل و استغنا کی داد دینی چاہئے۔ وہ ایسا فقیر بے نوا ہے جو اپنی غربت بے سروسامانی پر ناز کرتا ہے۔ اس کے انداز حریت اور اخلاص و للّٰہیت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ مذہب و سیاست کا یہ امام انقلاب اپنا کوئی ذاتی گھر بھی نہیں رکھتا بلکہ کرائے کے مکان میں رہتا ہے۔ حق و صداقت کی نشانی، نائب مجدد الف ثانی، علامہ شاہ احمد نورانی کی غربت بے سروسامانی کے باوجود اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مختلف ادوار سے گزرنے کے بعد بھی نہ کبھی ان کی آنکھ میلی ہوئی نہ کبھی قدموں میں لغزش آئی اور نہ ہی انھوں نے کبھی اصولوں کا سودا کیا۔

قائد اہلسنت اصولی نظریات کے علمبردار اور حق گوئی و حق پسندی

کے پاسدار ہیں۔ اور اس معاملہ میں ان کا موقف چٹانوں سے بھی زیادہ مضبوط اور پائیدار ہے۔ امراء و حکام کی خوشامد و چاپلوسی، ابن الوقتی، و قصیدہ خوانی، بزدلی و طوطا چشمی، عافیت کوشی و مصلحت پسندی، غرض مندی و مفاد پرستی وغیرہ کا ان کے یہاں کوئی نام و نشان نہیں ــــ بلکہ وہ حسینی کردار، صلاح الدین ایوبی کا جذبہ اور محمد بن قاسم کا ولولہ رکھتے ہوئے اسلام کی فکری و شعوری تعلیمات کو اکناف عالم میں عام و تام کرنے میں "یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم" کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔

قائد اہلسنت سے سیاسی تربیت اور شعور حاصل کرنے والے آج اپنی مصلحت اندیشی کی وجہ سے اعلیٰ مناصب اور بلند مراتب پر فائز بہترین انعامات و نوازشات کے مستحق بنے دونوں ہاتھوں سے دولت بٹور رہے ہیں اور شاندار فلیٹوں میں رہ کر اعلیٰ قسم کی کاروں میں سفر کر رہے ہیں ــــ مگر اس متوکل علی اللہ مرد مومن کا یہ حال ہے کہ تقریباً ۲۲ سال سے پاکستانی سیاسی میدان کا سفر قلندرانہ شان و شوکت سے کر رہے ہیں اور کلمۂ حق کہنے سے باز نہیں رہتے حالانکہ ان کی اسی جرأت و جسارت کے پاداش میں انھیں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑی ہیں۔

قائد اہلسنت پاکستان میں حقیقی "اسلامی اور عوامی" سیاست کے بانیوں میں سے ایک ہیں۔ آپ نے پاکستان کی دینی قیادت کو نیا رُخ عطا فرمایا۔ اور دنیاوی سیاست میں "عقائد و نظریہ" کی جس سحر انگیزی کی آپ نے بنیاد رکھی وہ سیاست میں خود ایک نئی سمت کی دریافت ہے۔ اپنے طرز عمل سے قائد اہلسنت نے اس نکتۂ رمز مسلمانی کو واضح اور آشکارا کر دیا کہ اصلی قیادت وہی ہے جو دین و دنیا کو یکجا کر کے چلے۔

قائد اہلسنت ۱۹۷۰ء میں پاکستان قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا آپ کو ممبر چنا گیا۔ ۱۹۷۰ء میں سندھ کی سینٹ کے رکن و ممبر ہوئے۔ پاکستان کے آئین میں ترمیمات فرمائی۔ بھٹو سے قادیانی مسئلہ حل کروایا۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلا کر تحفظ ختم نبوت کا فریضہ انجام دیا جس کے بعد تقریباً پچاس ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پاکستانی دستور میں اسلام کو سرکاری اور سربراہ مذہب منوایا۔ صدر، وزیر اعظم، چاروں ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ کے ججز تمامی افواج کے سربراہوں کے لئے مسلمان ہونا منوایا۔ آئین میں مسلمان کی صحیح تعریف درج کرائی اور اس وقت صدر و وزیر اعظم اور مندرجہ بالا سربراہان جو حلف نامہ پڑھتے ہیں یہ قائد اہلسنت ہی کی جامع تحریر ہے جسے خود انھوں نے قومی اسمبلی سے منوایا اور دیگر مذہبی و قومی خدمات بھی انجام دیں۔

قائد اہلسنت کا اولین مقصد چونکہ اعلائے کلمۃ الحق ہے اور دولت و حکومت ان کے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ جس حجرے سے نکل کر سیاست میں آئے تھے اسی حجرہ میں آج بھی مقیم ہیں۔ جس مسجد میں قرآن (بلا نذرانہ) سناتے تھے آج بھی اسی مسجد میں قرآن سناتے ہیں۔ وہی کرائے کا پرانا مکان، وہی مسجد، وہی لباس، وہی عمامہ، وہی پٹکا، وہی شب بیداری، وہی آداب وہی اصول، وہی عزم و استقامت اور وہی جذبۂ ایمانی جس سے اسلاف کی یاد تازہ ہو جائے۔ ان کی جلوتوں اور خلوتوں میں کوئی فرق نہیں ظاہر و باطن میں آپ یکساں ہیں۔

محب گرامی مولانا معین الحق علیمی مصباحی صدر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی یو۔پی نے مجھے بتلایا کہ جنرل ضیاء الحق اپنے دور اقتدار میں کار سے گزرا کسی نے بتایا کہ یہی مولانا نورانی کا مکان ہے جنرل ضیاء فوراً کار سے اترا اور حیرت و استعجاب کا پتلا بن کر ٹکٹکی باندھے اس مکان کو دیکھتا رہا اور کہتا رہا کہ ... مولانا ...... نورانی ...... اور ...... یہ ...... مکان ؟۔ چنانچہ اس نے سرکاری بنگلہ کی پیش کش کی ــــ لیکن قائد اہلسنت نے غالباً اس پیش کش کو اس لئے ٹھکرا دیا کہ سرکاری نوازش کی وجہ سے حکومت کے تعلق سے میرے دل میں نرم گوشہ نہ پیدا ہو جائے۔

ایک روایت اور بیان کی جاتی ہے کہ قائد اہلسنت جب

ممبر پارلیمنٹ تھے تو اس وقت بھی گھر سے پارلیمنٹ پیدل ہی چلے جایا کرتے تھے کسی عقیدت کیش نے بغیر بتائے اپنی طرف سے کار خرید کر چابی حضرت کے حوالہ کر دی حضرت نے بارک اللہ وجزاک اللہ دعائیہ کلمات اور شکریہ کے ساتھ کار کی چابی اس شخص مذکور کو واپس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں پیدل جاتا ہوں تو لوگوں سے سلام و مصافحہ ہوتا ہے اور لوگوں کی حاجتیں سن کر پارلیمنٹ میں پیش کرتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو پورا کرتا ہوں اگر گھر سے کار میں جاؤں گا تو سلام و مصافحہ کے فیوض و برکات سے بھی محرومی ہوگی اور لوگوں کی فریاد بھی کانوں سے نہیں ٹکرائے گی وغیرہ۔

قائد اہلسنت کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ از راہ عقیدت اگر کوئی اپنے بچوں کا نکاح آپ سے پڑھوائے تو مجلس میں آپ کو جو کچھ بھی ملے وہ اس علاقہ نکاح کے عالم دین (نکاح خواں) کو دے دیتے ہیں۔ اکثر مجلسوں میں لوگوں نے آپ کو ایسے ہی دیکھا کہ جو کچھ بھی ملا وہیں پر مقامی عالم و قاضی کے حوالہ کر دیا۔ ایک مرتبہ امریکہ سے پاکستانی تاجر اپنے بیٹے کی شادی کرنے پاکستان آیا اس کے اصرار پر قائد اہلسنت نے نکاح پڑھایا تو اس تاجر نے حضرت کی خدمت میں ایک لاکھ روپے نذر کئے آپ نے روپیہ قبول فرما کر حسب عادت پوری کی پوری رقم مقامی عالم و قاضی کو عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ آپ کا حق اسے قبول فرمائیے۔ سبحان اللہ یہ ہے دنیا سے بے نیازی۔

قائد اہلسنت جمعیۃ علماء پاکستان کے چیرمین و سربراہ، ورلڈ اسلامک مشن لندن کے بانی مرکزی صدر، کلیۃ الشریعۃ العظیمیہ بغداد شریف، جامع صدام الاسلامیہ بغداد شریف، کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ لیبیا کے رکن ہیں۔ ازہر یونیورسٹی قاہرہ مصر کے تین سال تک رکن رہے لیکن خلیجی جنگ کے دوران جامعہ ازہر کے سرکاری علماء نے امریکہ کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا جس پر قائد اہلسنت نے دوبارہ اس کی رکنیت قبول نہیں فرمائی۔ الغرض آپ کئی مدارس و مساجد کے بانی و مہتمم اور مختلف اداروں اور انجمنوں کے سرپرست و نگراں ہیں۔ آپ کے اور آپ کے والد ماجد کے نام پر کئی تنظیمیں اور تحریکیں چل رہی ہیں۔

قائد اہلسنت نے برصغیر ہند و پاک کے مختلف جلسوں اور کانفرنسوں کو خطاب فرمانے کے ساتھ عالمی سطح کے مذہبی و سیاسی اسکالروں اور دانشوروں سے مناظرہ و مباحثہ بھی کیا ہے بین الاقوامی یونیورسٹیوں اور کانفرنسوں میں آپ نے توسیعی خطبات و مقالات پیش کیا۔ امریکہ کی کیلی فورنیا یونیورسٹی، نیویارک یونیورسٹی، اور برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی میں آپ نے زوردار لکچر دیا ہے قائد اہلسنت کے رشحات قلم سے اور خود ان کی ذاتی سرگرمیوں پر متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

قائد اہلسنت کی عظیم یادگار ورلڈ اسلامک مشن لندن ہے جو پوری دنیا میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ ورلڈ اسلامک مشن اسلام کا دفاعی پروگرام ترتیب دے کر بین الاقوامی تبلیغی سرگرمیاں جاری کئے ہوئے ہے حالانکہ اس مشن کو کسی بھی حکومت و سرکاری ادارہ کی سرپرستی و حمایت حاصل نہیں۔ ورلڈ اسلامک مشن نے پاکستان، ہالینڈ، فرانس، بلجیم، برطانیہ، ناروے، جرمنی، کینیڈا، امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ وغیرہ میں تعلیمی مراکز قائم کئے۔ ماریشش میں دارالعلوم، جنوبی افریقہ ڈربن میں دارالعلوم علیمیہ، سری لنکا میں دارالعلوم، ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں جامعہ مدینۃ الاسلام، مانچسٹر میں مجوزہ دارالعلوم، ناروے کے دارالسلطنت اوسلو میں مسجد و مدرسہ، ہالینڈ کے ایمسٹرڈم کی جامع مسجد طیبہ اور پھر ایک مدرسہ کی تحریک و کوشش، یورپ میں آٹھ دارالعلوم۔ افریقہ میں بیس مراکز، امریکہ و انگلستان میں مرکز، یہ سب تمام بالواسطہ قائد اہلسنت ہی کی سرگرمیاں ہیں۔ ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے طلبہ کو وظائف اور مستحقین کو امداد دی جاتی ہے اور کئی ممالک میں مسلم یتیم خانے بھی بنوائے گئے ہیں تاکہ بے سہارا بچوں کا دینی تحفظ ہو اور وہ مخالفین کی صف میں نہ جا سکیں۔ عربی میں الدعوۃ اور انگریزی میں "The Message International" دو ماہنامے نکلتے ہیں اور مشن کی جانب سے دینی کتابوں کی اشاعت و تقسیم بھی مفت ہوتی۔

آہ! سیّد ریاست علی قادری

تحریر:- سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری

یہ المناک خبر مذہبی، ملّی، علمی اور ادبی حلقوں میں گہرے رنج و غم کے ساتھ سُنی اور پڑھی گئی کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کراچی کے بانی و صدر اور معروف دینی شخصیت حضرت مولانا سیّد محمد ریاست علی قادری بریلوی رضوی علیہ الرحمۃ ۲۷ جمادی الآخر ۱۴۱۲ھ / ۳ جنوری ۱۹۹۲ء بروز جمعۃ المبارک بوقت شام اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فخر السادات حضرت مولانا محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خاندانِ سادات کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت سیّد محمد واحد علی رضوی علیہ الرحمۃ ہے۔ آپ بریلی شریف (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ پھر پاکستان آکر ایس۔ ایم کالج میں حاصل کی۔ اس کے بعد چار سال جرمنی میں رہ کر ٹیلی مواصلات کے شعبے میں تربیت حاصل کی۔ جرمنی سے واپسی کے بعد بحیثیت مترجم جرمنی سے انگریزی کا کام بھی کرتے رہے۔ پھر محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت اختیار کر لی اور تاحیات اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

حضرت سیّد محمد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ ابتدا میں جدید رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ لیکن جب ۱۹۵۶ء میں دوبارہ بریلی شریف حاضر ہوئے، تو وہاں مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمۃ کی صحبت میسر آئی۔ آپ کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر فوراً شرفِ بیعت حاصل کر لیا۔ اس کے بعد آپ اسلامی رنگ میں رنگے گئے۔ اگرچہ آپ کی عقیدت و محبت آستانہ رضویہ سے پہلے ہی تھی۔ کیونکہ آپ کے والد ماجد حضرت سیّد محمد واحد علی رضوی علیہ الرحمۃ کو بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۱۹۷۹ء میں جب بریلی شریف دوبارہ حاضری دی تو شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نواز دیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۸۶ء میں نواسۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح آپ دونوں کے خلیفہ و ماذون تھے۔

آپ کو اہل علم سے نسبی تعلق بھی حاصل ہے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے منظورِ نظر مرید حضرت مولانا سیّد محمد ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ آپ کے خالو تھے۔ اسی طرح ملک کے نامور محقق و قلم کار سیّد الطاف علی بریلوی علیہ الرحمۃ (سکریٹری ایجوکیشنل کانفرنس کراچی) آپکے ماموں تھے۔

آپ نے برہا برس جرمنی میں گزارے لیکن یہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی کرامت تھی کہ وہاں بھی دینی ذوق برقرار رہا۔

آپ تقریر و تحریر دونوں پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپنے مختلف اخبارات و رسائل بالخصوص روزنامہ جنگ، نوائے وقت، اخبار المشائخ رموز وغیرہم میں علمی و فکری مضامین لکھے جو بے حد مقبول ہوئے۔ اس کے علاوہ آپنے درجنوں کتابیں بھی یادگار چھوڑی ہیں۔ معارف رضا، مفتیٔ اعظم ہند، لمعات شمس، عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اردو نثری شہ پارے وغیرہ نے شہرتِ دوام حاصل کی۔ آپ ایک بہترین مقرر بھی تھے۔ مختلف تقریبات کے علاوہ آپ کی تقریریں ریڈیو اور ٹی وی پر بھی نشر ہوئیں۔

آپ نے ۱۹۸۰ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کا قیام عمل

میں لاکر اپنے آپ کو زندۂ جاوید بنالیا۔ ۱۹۸۱ء میں بریلی شریف سے
اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے سیکڑوں قلمی و مطبوعہ رسائل لے کر آئے، اور ملت اسلامیہ کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی آثار کی طرف متوجہ کیا۔

آپ نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام ہر سال یوم رضا کے موقع پر شاندار کانفرنسیں کرائیں۔ ان کانفرنسوں میں ملک و بیرونِ ملک علماء، فضلاء، وکلاء، دانشور، جیورسٹ اور ماہرین تعلیم سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تاریخ ساز شخصیت سے متعلق پُرمغز تحقیقی مقالات لکھوائے۔ ہر سال کانفرنس کے موقع پر سالنامہ معارف رضا اور مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کے علاوہ درجنوں تحقیقی و فکری کتابیں اہلِ علم و دانش میں مفت تقسیم کیں۔ اب تک تقریباً ستر سے زائد علمی کتابیں اور ڈیڑھ سو سے زائد تحقیقی مقالات لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کی تھیں۔ آپ نے دنیا کی تمام یونیورسٹیوں کی لائبریریوں اور دیگر اہم لائبریریوں میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے متعلق کتابیں مفت پہنچائیں۔ ۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء کو پاکستان ٹیلی ویژن میں قومی نشریاتی رابطے پر "ٹی وی انسائیکلوپیڈیا" میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی زندگی اور علمی کارناموں پر مشتمل دستاویزی فلم پیش کرائی۔
آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ حضرت قادری علیہ الرحمۃ کی اچانک وفات سے اہلسنّت کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

فقیر مولانا موصوف کی خدمات پر مشتمل ایک کتاب مرتب کرنا چاہتا ہے۔ جن صاحبان کو حضرت صاحب علیہ الرحمۃ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہے یا ان کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ یا امام احمد رضا کانفرنسوں میں شمولیت کا موقع ملا ہے۔ یا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی کارکردگی سے واقف ہیں وہ اپنے تاثرات و جذبات جتنی جلدی ہو سکے ارسال فرمائیں یا جن کے پاس آپ کے کوئی مکتوبات ہوں تو ان کی نقول بھی درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔ امید ہے اہل درد ضرور تعاون فرمائیں گے۔

غمزدہ:۔ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری
ناظم اعلیٰ امام اہلسنّت لائبریری برہان شریف ضلع اٹک کوڈ ۴۳۱۷۰

(بقیہ صفحہ ۳۷ کا)

۴۔ علامہ سید حامد اشرف کچھوچھوی بانی دارالعلوم محمدیہ۔ بمبئی
۵۔ مولانا عبدالحفیظ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔ یو۔پی
۶۔ مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت۔
۷۔ مولانا اعجاز احمد خاں مصباحی صدر المدرسین مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی یو۔پی
۸۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی نائب صدر کل ہند مسلم پرسنل لا، کانفرنس و مدیر اعلیٰ ماہنامہ حجاز جدید دہلی۔
۹۔ مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا، کانفرنس
۱۰۔ مولانا غلام عبدالقادر علوی مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف۔ یو۔پی
۱۱۔ مولانا محمد حنیف قادری صدر ٹیچر ایسوسی ایشن، اترپردیش
۱۲۔ مولانا مفتی شبیر حسن رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد۔ یو۔پی
۱۳۔ مولانا علی احمد سیوانی مصباحی سجادہ نشین خانقاہ حیدریہ حسن پورہ سیوان۔ بہار
۱۴۔ مولانا معین الحق علیمی مصباحی صدر دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی بستی یو۔پی
۱۵۔ قاری عبدالحکیم عزیزی، استاذ دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی بستی یو
۱۶۔ مولانا بشیر احمد نعیمی، صدر مدرس جامعہ انوار العلوم تلسی پور، گونڈہ۔ یو۔پی
۱۷۔ مولانا محمد ایوب رضوی استاذ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد یو
۱۸۔ مولانا علی احمد بسمل عزیزی، صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم دھرم سنگھوا بازار، ضلع بستی۔ یو۔پی
۱۹۔ مولانا حیدر علی نعیمی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ، تلسی پور، گونڈہ۔ یو
۲۰۔ مولانا فروغ احمد اعظمی۔ دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی۔ بستی یو۔پی
۲۱۔ مولانا مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ یو۔پی
۲۲۔ مولانا شہاب الدین رضوی، ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، محلہ سوداگران بریلی شریف۔ یو۔پی

آہ! مولانا بدرالدین قادری و خلیفہ صاحب علیہما الرحمۃ

بدر القادری مصباحی، ہالینڈ

حضرت مولانا صابر القادری نسیم بستوی قبلہ کے مکتوب مطبوعہ "نئی دنیا" سے بدر اہل سنت حضرت علامہ بدرالدین صاحب علیہ الرحمۃ کے انتقال پر ملال، اور ماہنامہ حجاز دہلی، شمارہ مارچ کے ذریعہ لبقیۃ السلف حضرت مولانا صوفی شاہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر ملی۔

وہ حضرات تو اپنی مراد کو پہنچے، مالک حقیقی سے جا ملے، مگر ہماری دنیا میں تاریکیاں بکھر گئیں۔ رفتہ رفتہ اہلسنت کے اہل کمال آنکھیں بند کرتے جا رہے ہیں۔ اہل علم و ادراک اور اخلاص وللہیت کی چادر اوڑھنے والے سمٹتے جا رہے ہیں، اور قلوب کو روحانیت سے مالا مال کرنے والے چہرے نایاب ہو رہے ہیں وہ ہستیاں جن کی یادت سے دلوں کی بزم میں عشق حقیقی کی لو تیز ہوتی ہے۔ اب کہاں؟

فروغ شمع تو قائم رہے گا روز محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت مولانا بدرالدین قادری علیہ الرحمۃ اپنے علم، تقویٰ اور خدمت سنیت میں نمایاں کردار کے حامل تھے، "فیض الادب" کے نام سے عربی ادب وانشار کی سیریز، اور سوانح اعلیٰ حضرت پر ان کی کتاب نے اردو داں سنی دنیا اور مدارس اہلسنت میں ان کی شخصیت کا تعارف کرایا۔ مولانا مرحوم نے درسیات پر فیض الادب کے مختلف حصص کے علاوہ، عربی ادب میں عروس الادب (قدیم) ۱۳۸۰ھ میں، عروس الادب (جدید) ۱۳۹۳ھ منطق میں فیض المنطق ۱۳۷۶ھ میں، نحو میں تلخیص الاعراب ۱۳۸۶ھ میں طبع کرائی، مسلم نونہالوں کو ابتدا ہی سے اہلسنت کی تہذیب و تمدن سے روشناس کرانے کے لئے انھوں نے تعمیر ادب کے نام سے اردو میں پانچ حصے تصنیف کئے جو ہندوستان میں جماعت اول سے پنجم تک کے بچوں کو پڑھائے جاتے ہیں۔

فیض الادب کی تصنیف مکمل کر کے مولانا محترم نے اسے حافظ ملت حضرت ابوالفیض علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور شفیق استاذ نے اس پر تقریظ سپرد قلم کی، اور دعاؤں سے نوازا تھا۔ حضرت مولانا بدرالدین قادری علیہ الرحمۃ نے تعلیم سے فراغت کے بعد سے آخری دور تک علم ہی کی خدمت کی انھوں نے اپنے معاصرین کے ہمراہ اس زمانے میں تحریر و تصنیف کا کام کرنا شروع کیا جب علماء اہلسنت میں معدودے چند ہی اہل قلم تھے۔ حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی قبلہ، حضرت مولانا صابر القادری نسیم بستوی، اور علامہ مرحوم جہاں تک میرے علم میں ہے۔ قرطاس وقلم کی جادہ پیمائی میں ہمسفر تھے اور بفضلہ تعالیٰ اب ان کے رشحات قلم سے ہمارا ایک بڑا طبقہ فیض پا رہا ہے۔

حضرت مولانا بدرالدین قادری علیہ الرحمۃ کی تصانیف، اور تلامذہ، صدقہ جاریہ ہیں، جو اس بدر تاباں کی روشنی کا فیضان بانٹتی... رہیں گی۔

اس دور قحط الرجال میں حضرت مولانا بدرالدین قادری علیہ الرحمۃ جیسے لوگوں کی جدائی ملت اہلسنت کے لئے عظیم حادثہ ہے ضرورت اس

بات کی ہے کہ نوجوان علماء، رسوخ علمی کے ساتھ ساتھ خود میں زیادہ سے زیادہ تقویٰ شعاری اور خلوص وللہیت کے جوہر پیدا کریں۔

حیات چیست جہاں را اسیر جاں کردن
تو خود اسیر جہانی، کجا توانی کرد

آہ شہزادۂ یار علی۔ یادگار سلف، اخلاق، خلوص، مروت، خدمت اور فروغ سنیت کارواں دواں کارواں، حیف تو بھی چل بسا!

سوکھی ہیں بہت دیر سے پلکوں کی زبانیں
بس آج تو دل بھر کے رلائے کوئی آکر

آج طول وعرض ہند میں دیہی مرشدوں کی کمی نہیں ہے، مگر وہ صوفی صافی فقیر جو قریہ قریہ پھر کر، رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تقسیم کرتا رہا۔ اس کی کچھ اور ہی بات تھی، بے ریا، سادہ زندگی صرف اس فکر میں صرف ہوتی رہی کہ کسی طرح اسلام وسنیت کا علم سر بلند رہے، فیض الرسول مستحکم ہو۔ آپ شعیب الاولیاء کے سچے خلیفہ تھے۔ تقریباً اٹھارہ سال پیشتر کی بات ہے بمبئی سے عاشورہ کے جلسے کرکے میری واپسی ہو رہی تھی اس وقت بمبئی سے کان پور تک مجھے خلیفہ صاحب کا ساتھ نصیب رہا۔ ٹرین میں ہی ملاقات میری ان سے غالباً پہلی اور آخری ہے تاآنکہ آج وہ خدا سے جا ملے۔ ان کی میٹھی میٹھی پرخلوص باتیں، علماء کا بے حد احترام اور خدمت کا زندہ دل موہ لینے والے انداز سے تخاطب، نماز، وظائف اور عبادات میں انہماک یہی تمام تو خوبیاں تھیں ان میں جن کو دل روتا ہے۔

فیض الرسول کو حضرت شعیب الاولیاء نے قائم کیا، اور خلیفہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اسے اپنے خون جگر سے سینچا، براؤں ایک چھوٹا سا غیر معروف دیہات تھا، مگر ان بزرگوں نے اسے بام عروج پر پہنچا کر برصغیر ہند وپاک میں شہرت عطا کر دی۔ بڑے ہی جوہر شناس تھے، سنا ہے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ سے ملتے تو ایسی بے پایاں عقیدت ومحبت کے موتی لٹاتے۔ مدینۃ العلماء گھوسی کی دو مایہ ناز ہستیوں کو خلیفہ صاحب نے فیض الرسول کے لئے چنا، شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی گھوسوی علیہ الرحمۃ فیض الرسول سے وابستہ ہوئے تو آخری دم تک وہیں رہے۔ اور خلیفہ صاحب کا بس چلتا تو وہ ان کا مزار بھی وہیں بنواتے۔ ان کے بعد شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ کو شیخ العلماء کی مسند کے لئے دعوت دے کر لائے۔ تو انھیں بھی اس خلوص ومحبت سے رکھا کہ شدید علالت کے زمانے میں، گھوسی میں، صاحب فراش ہوتے ہوئے حضرت علامہ اعظمی علیہ الرحمۃ ان کی کرم فرمائیوں سے زیر بار رہے۔ خلیفہ صاحب علیہ الرحمۃ علماء کرام کو اپنا مخدوم اور سرمایۂ ملت خیال کرتے تھے۔

انسان موت کی آغوش میں جا پہنچتا ہے، مگر اس کے کارنامے اور خوبیاں کچھ زمین پر اور کچھ قلوب پر مرتسم رہتے ہیں۔ دارالعلوم فیض الرسول خلیفہ صاحب کی زمینی یادگار ہیں۔ اور سب اپنے محسن کو اشکبار آنکھوں سے ڈھونڈ رہے ہیں۔ ان کے غم میں آج

ہمارے گھر کی دیواروں پہ ناصر
اداسی بال کھولے سو رہی ہے۔ — علیہما الرحمۃ والرضوان

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

(۱) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے ۲۵ سال کی عمر شریف میں نکاح فرمایا اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ سنہ ۱۰ نبوی میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲) ام المومنین حضرت سودہ سے سنہ ۱۰ نبوت میں نکاح فرمایا۔ حضرت عمر کے آخر ایام خلافت میں انتقال ہوا۔

(۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ یہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھیں۔ سنہ ۲ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں آئیں سنہ ۵۸ھ میں ۱۸ رمضان المبارک کو انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ان کا حجرۂ مبارک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ ہے۔

(۴) ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عمر کی صاحبزادی تھیں سنہ ۳ھ میں آپ نے نکاح فرمایا۔ سنہ ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

(۵) ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ سنہ ۴ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا انتقال ہوا۔

(۶) ام المومنین حضرت ام سلمہ سنہ ۵۹ھ یا سنہ ۶۳ھ میں انتقال فرمایا بقیع آرامگاہ ہے۔

(۷) ام المومنین حضرت زینب بنت جحش مدینہ منورہ میں سنہ ۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

(۸) ام المومنین حضرت جویریہ۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۹) ام المومنین حضرت ام حبیبہ۔ حضرت ابوسفیان کی بیٹی ہیں سنہ ۶ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا سنہ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

(۱۰) ام المومنین حضرت میمونہ سنہ ۵۱ھ میں مقام سرف میں انتقال ہوا۔ وہیں آرامگاہ ہے۔

(۱۱) ام المومنین حضرت صفیہ سنہ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۲) ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ (حضرت ابراہیم انھیں کے فرزند تھے) محرم سنہ ۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

آہ! حضرت مولانا بدرالدین رضوی

وارث جمال قادری مصباحی (بمبئی)

یادگار سلف حضرت علامہ بدرالدین احمد قادری رضوی صدرالمدرسین مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی و ناظم تعلیمات دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

جو سواد اعظم اہلسنت کے ایک عظیم مقتدیٰ، حضور مفتیٔ اعظم ہند کے اولین جلیل القدر خلفا، حضور حافظ ملت کے صف اوّل کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اخلاص وللّٰہیت حزم واتقار اور تصلب فی الدین جن کا طرۂ امتیاز تھا۔ جس کے علمی نظم وضبط اور درس وتدریس کا دبدبہ پورے ملک کی دینی درسگاہوں پر تھا آپ امام احمد رضا کے مسلک محبت کے زبردست مبلغ اور ہندوستان میں رضویات کے ماہر تھے۔ ان کی شرعی دھر پکڑ سے اچھے اچھوں کا زہرہ آب تھا۔

آہ! فضل وکمال کا وہ آفتاب ۷ر رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۳ر مارچ سنہ ۱۹۹۲ء بروز جمعہ مبارکہ بعد نماز مغرب بمبئی میں غروب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

آپ کا جسد خاکی سی، ایس، ٹی روڈ کرلا سے رضا جامع مسجد پھول گلی بمبئی ۳ لایا گیا۔ رضا جامع مسجد کے خطیب وامام حضرت مولانا سید سراج اظہر رضوی جو آپ سے غایت درجہ محبت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی مسجد میں آخری دیدار کا انتظام رکھا۔ بمبئی کے مذہبی حلقے میں اس خبر سے سنسنی پھیل گئی دیکھتے ہی دیکھتے علماء ومشائخ وائمہ مساجد اور احباب اہلسنت کا زبردست اژدہام ہوگیا۔ جانشین حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا ازہری، اشرف العلماء حضرت علامہ حامد اشرف اشرفی الجیلانی، علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور وغیرہ غرض جس نے جہاں یہ خبر وحشت اثر سنی حیرانگی وافسوس کے عالم میں پھول گلی کی طرف چل کھڑا ہوا۔ متعدد علماء ایک دوسرے کو پکڑ پکڑ کر رو رہے تھے خود علامہ ازہری کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اور جونہی مولانا سید سراج اظہر رضوی نے علماء ومشائخ کے ہجوم میں آپ کے جسد خاکی کے گرد "کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود" پڑھنا شروع کیا تو ایک عجیب سماں بندھ گیا۔ خشک ہوتی ہوئی پلکیں پھر بہنے لگیں آہ درد محبت کے کس ساز پر انھوں نے انگلی رکھ دی کہ کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ یہی قصیدہ مرصعہ تو زندگی بھر حضرت علیہ الرحمہ کا حرز جاں تھا اپنے اہم ترین تعویذات میں بھی اسے شامل فرماتے۔

ڈھائی بجے شب میں علماء مشائخ وائمہ مساجد واہل محبت نے درود وسلام پڑھتے ہوئے آپ کے جسد خاکی کو الوداع کہا، جنازہ وہیں سے سیدھا سانتا کروز ایرپورٹ لے جایا گیا جہاں سے صبح ۶ بجے کی فلائٹ سے دہلی ہوتے ہوئے لکھنؤ اور پھر وہاں سے بذریعہ امبولینس تین سو کیلومیٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا جانا تھا۔ آپ کے جسد خاکی کو لیجانے کا شرف میرے چھوٹے بھائی مولانا محمد شمیم احمد قادری رضوی (جو آپ کے مرید وتلمیذ رشید بھی ہیں اور مدرسہ غوثیہ فیض العلوم کے استاذ بھی) اور الحاج سیٹھ نظام الدین صاحب (جو بچپن ہی سے آپ کے مخلص نیازمندوں میں سے ہیں) کو حاصل ہوا۔

وہ دونوں رمضان المبارک کی سختیاں جھیلتے ہوئے رات ساڑھے دس بجے حضرت کے جسد خاکی کے ساتھ بڑھیا پہونچے۔ اطراف و جوانب اور پورے علاقے میں ریڈیو اور ٹیلیفون کے ذریعہ یہ خبر پہلے ہی پہنچ چکی تھی جس کی وجہ سے ہر چہار جانب سے آپ کے جنازہ میں شرکت کے لئے لوگوں کا سیلاب امڈ پڑا تھا۔ خود لکھنؤ میں جہاز سے اتارنے کے بعد دو گھنٹہ تک آپ کے تابوت کو عوامی دیدار کیلئے روکے رکھا گیا۔ پھر راستے میں جگہ جگہ جنازے کو روکتے رہے اور بڑے احترام و عقیدت اور آنسوؤں کے ساتھ آخری دیدار کرتے رہے بلرامپور، اترولہ، ڈومریا گنج، تلسی پور، بھیرڈوا، علاقہ بھابھر، بڑھنی بازار، اٹوا بازار، براؤں شریف و علاقہ بڑھیا۔ الغرض کئی سو مربع کیلومیٹر کے درمیان آپ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی، جس سے پورے علاقے میں رنج و اندوہ کا ماحول بن گیا تھا۔

ہر چہار جانب سے لوگ دیوانہ وار بڑھیا کی جانب دوڑ پڑے۔ وہاں کے لوگوں نے اتنا بڑا انسانی اژدحام پہلی مرتبہ دیکھا تھا دوسرے دن ۱۵ مارچ ۹۲ء بروز اتوار بعد نماز ظہر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور تین بجے آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے اٹھ جانے سے اہلسنت میں جو خلا پیدا ہو گیا اس کا پُر ہونا بڑا مشکل ہے درسگاہوں کو یہ حق ہے کہ وہ ماتم کناں ہوں۔ آپ کے برادر اصغر حضرت مولانا محمد نعیم الدین صدیقی استاد دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ ایک عالم باعمل اور خادم دین متین تھے احقاق حق و ابطال باطل آپ کا نمایاں وصف تھا۔ درس و تدریس کو زندگی بھر اوڑھنا بچھونا بنایا۔ دور آخر میں طلباء کی بنیاد کو مستحکم کرنے کیلئے درس نظامی کی ابتدائی کتابوں ہی کو مرکز توجہ بنایا۔ وہ فارسی کی پہلی کتاب ہی میں شرح مأتہ عامل کی طرح ترکیب نحوی و صرفی کا اجراء کرا دیتے۔ ان کا شاگرد علمی مسائل میں ہر جگہ ممتاز رہا۔ ایڈ و الحاق کے سخت مخالف تھے۔

مدرسہ غوثیہ بڑھیا اور اس کی شاخوں کو اس سے بہت دور رکھا اپنے زیر اثر دو جنوں مدارس کو اس بڑی مصیبت سے بچائے رکھا۔ عوامی تعاون ہی کو بہتر سمجھتے رہے اسی لئے اس عمر میں بھی مدرسہ کے لئے خود چلا کرتے تھے۔ تصنیف و تالیف کے لئے زیادہ تر اپنا میدان بھی درسی کتابوں کو بنایا۔

فیض الادب کے دو حصے، جواہر المنطق، عروس الادب، تعمیر قواعد، تعمیر ادب کے پانچ حصے بیرون ملک و بیرون ملک کے تمام اسلامی اداروں میں داخل نصاب ہیں۔ آپ کی ایک کتاب سوانح اعلیٰحضرت کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ بچوں کیلئے جو آپ نے تعمیر ادب لکھا اس کو بیک وقت ایک درجن سے زائد پبلشر چھاپ رہے ہیں۔ جس کا نہ کسی نے معاوضہ دیا نہ کسی سے معاوضہ طلب کیا جس نے اجازت مانگا بغیر کچھ لیے دے دی۔ اور اکثر لوگ بغیر اجازت ہی چھاپتے رہے مگر کسی کو کبھی کچھ نہیں کہا۔

سولہ برس پہلے آپ براؤں شریف سے جب بڑھیا تشریف لائے تو مسجد غوثیہ کے نام سے ایک بڑی عالیشان مسجد بنوائی اپنے مالہٗ و ما علیہ کے اعتبار سے ایسی مسجدیں کم ہی نظر آتی ہیں۔ اس مسجد میں یہ التزام رکھا ہے کہ اس میں کسی بھی بدمذہب کا پیسہ نہیں لگنے دیا اور نہ ہی اس سنی مسلمان کا پیسہ لگایا جس کی کمائی جائز طریقہ سے نہیں تھی، مشکوک پیسے سے بھی اس مسجد کو بچایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تعمیر میں کافی تاخیر ہوئی اور آج بھی اس پر مینارے اور گنبد ابھی تک نہیں بن سکے ــــ پس ماندگان میں ۳ بیٹے دو بیٹیاں ایک بیوہ چھوڑا۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب رؤف الرحیم کے طفیل آپ کے مراتب کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے ادارے مدرسہ غوثیہ کو آفات روزگار سے محفوظ و مامون رکھکر دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے

(آمین بجاہ سید المرسلین)

مولانا سید حمید اشرف کچھوچھوی

سید امین اشرف علی گڑھ

حضرت مولانا سید حبیب اشرف جیلانی کچھوچھوی (متوفی ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۷۲ء) قدس سرہٗ کے دو صاحبزادگان جناب سید امین اشرف (علی گڑھ) اور ڈاکٹر وحید اشرف (مدراس) علم و ادب کے میدان کی معروف شخصیات ہیں۔

مقام افسوس ہے کہ تیسرے صاحبزادہ مولانا سید اشرف صاحب لکھنؤ سے فیض آباد کا سفر کرتے ہوئے ٹیکسی اور ٹرک کے ایک ایکسیڈنٹ میں موقعۂ واردات ہی پہ بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۹۲ء بعمر ۵۷ سال اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں جس وقت ریاض سعودی عرب میں تھا اس وقت مولانا مرحوم بھی وہیں تھے انھیں میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ نہایت سادہ طبیعت کے نیک اور سچے درویش صفت انسان تھے حلقۂ احباب میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے اس اچانک حادثاتی انتقال کی خبر سن کر مجھے کافی دکھ پہنچا۔

مولائے کائنات مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

یٰسٓ اختر مصباحی

برادرم یٰسٓ اختر صاحب مصباحی

سلام مسنون

آپ کا کرم نامہ مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۹۲ء مجھے موصول ہوا تھا۔ جواب لکھنے کی ضرورت میں نے اس لئے محسوس نہ کی کہ پروگرام کے مطابق ۱۳، ۱۴ اپریل ۹۲ء کو میں لکھنؤ میں آپ سے ملاقات کی عزت حاصل کرتا۔ مجھے موضوع دیا گیا تھا "امام احمد رضا اور محبت سادات"۔ مضمون بہت اچھا تو نہ ہوتا کیونکہ علماء کی نظر اس

[illegible]

موضوع پر مجھ سے بہت زیادہ ہے۔

۱۲ اپریل کو جب کہ میرا ریزرویشن لکھنؤ کے لئے تھا دوپہر کو ۲ بجے اطلاع ملی کہ میرے برادر خورد مولانا سید حمید اشرف کا اچانک لکھنؤ سے واپس ہوتے ہوئے شہر فیض آباد کے حدود میں داخل ہونے سے کچھ ہی کیلومیٹر پہلے ٹیکسی اور ٹرک میں شدید تصادم کی وجہ سے فوراً وصال ہو گیا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن ½ ۵ اور ۶ بجے صبح کے درمیان سفر کی حالت میں ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۹۹۲ء

مولانا نے درجنوں ڈگریاں حاصل کی تھیں۔ صرف کتاب خواں نہ تھے۔ بلکہ کتاب پر نظر بھی تھی۔ اُن کی اسناد یہ ہیں۔ افضل العلماء (مدراس) ادیب کامل (علی گڑھ) مولوی عالم (ناگپور) عالم فاضل (الٰہ آباد)۔ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں کچھ دن رہے مگر وہاں کے مدرسین یا وہاں کے طلبہ کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض دوسرے تلخ اسباب نے ترک مبارکپور پر مجبور کیا۔ پھر دیو بند چلے گئے۔ وہاں عرصہ تک رہے۔ عربی ادب میں فضیلت حاصل کی۔ مولانا ابراہیم بلیاوی اور حسین احمد کے تلامذہ میں تھے۔ مگر عقیدہ اللہ کے فضل وکرم سے متزلزل نہ ہوا۔ وہ تو علم کی پیاس لے گئی تھی محدث اعظم خود برگشتہ تھے حد درجہ ناراض تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے مولانا مرحوم سے بعض سوالات کئے عقائد پر مبنی اور جب ان کو تسلی ہوگئی تو کہا۔" واللہ محدث کا بھانجہ بدعقیدہ نہیں ہو سکتا۔

دیو بند سے مولانا سہارن پور بھی گئے تھے اور شیخ زکریا نے انھیں خصوصی سند بھی دی تھی۔ ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ میں ہوئی جس کی بنیاد شاہ علی حسین اشرفی میاں نے ڈالی تھی۔ اس کے بعد منظر حق ٹانڈہ۔ اس کے بعد جون پور میں مولانا قائم عبد القیوم فرنگی محل سے تعلیم حاصل کی تھی۔ پھر مبارکپور اور دیو بند وغیرہ۔ درس وتدریس کے فرائض کئی جگہ انجام دیئے۔ گلشی پور (ضلع گونڈہ) جلالپور (فیض آباد) ویلور میں کئی سال تک رہے۔ میری تحریک وترغیب پر انھوں نے ہائی اسکول سے بی اے تک پرائیوٹ کیا۔ پھر عربی ادب میں علی گڑھ سے فرسٹ کلاس ایم۔ اے کیا۔ اوراس کے بعد ایم فل۔ اس کے علاوہ بی۔ ٹی۔ ایچ فرسٹ کلاس کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں سے ربط ضبط بھی رکھئے۔ ملازمت کے لئے ضروری ہے ورنہ آپ کو ایم فل کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ بولے کہ نہ ربط ضبط کے لئے ایم فل کیا ہے نہ ایم فل کے لئے ربط ضبط ضروری۔ اللہ غیب سے میری مدد کرے گا۔ اس کے بعد ہی وہ ریاض، سعودی عرب میں صلاح الدین پرویز کی کمپنی میں لگ گئے تھے۔ ضعیف ماں کی محبت میں وہ وطن واپس آگئے ورنہ ابھی وہاں اور قیام کی مدت بڑھا سکتے تھے۔ یہاں واپس آکر سید تنویر اشرف کی درخواست پر جبل پور میں مدرسہ اہلسنت وجماعت میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس کے بعد ممبرا (بمبئی) میں گزشتہ سال شیخ الحدیث کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

مزاجاً نہایت گوشہ نشیں آدمی مگر کچھوچھہ میں مسلمان اور ہندو دونوں کو میں نے بلا تفریق مذہب وملت وذات یکساں اشکبار پایا۔ یہی حال علی گڑھ کا ہے۔ کم لوگ یہاں ان کو جانتے تھے مگر جو جانتے تھے وہ احترام بہت کرتے تھے۔

خانوادہ اشرفیہ کے ایسے شیوخ اور صوفی صافی قسم کے لوگ جن سے اس خانوادہ کی روحانیت وعظمت عبارت ہے مولانا اس کی ایک ادنیٰ مگر تابدار کڑی تھے۔ منکسر المزاج، شرمیلے، کم سخن وکم آمیز، نہایت ذی علم مگر شہرت سے بھاگتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ، تراویح، تہجد کے پابند۔ شریف ابن شریف اور شریف وغریب پرور۔ انھوں نے اپنی ساری کمائی اپنی نیک غریب بہنوں اور ان کی اولاد پر لٹادی وہ بھی نہایت کشادہ دلی اور فیاضی کے ساتھ، غریبوں کی مدد کرتے تھے۔ تو نہ اعلان نہ ڈگڈگی بجانا معلوم ہوا کہ اس بار بمبئی میں انھوں نے ایک گھنٹہ روانی کے ساتھ عربی میں علماء کے روبرو تقریر کی تھی بعد میں اردو میں۔ انھوں نے بمطابق راوی یہ کہا کہ میں عربی میں اس لئے بول رہا ہوں کہ سنی علماء کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ وہ عربی بولنا نہیں جانتے۔ مفتی عبد الجلیل نے فرمایا کہ میں جامعہ اشرفیہ میں پڑھا چکا ہوں۔ اہل کچھوچھہ کو جانتا ہوں مگر یہ کون صاحب ہیں۔ تحریر چونکہ بے ربط ہے اس لئے یہ لکھنا بھول گیا کہ منظر حق ٹانڈہ میں تحصیل علم حاصل کرنے کے بعد اور اشرفیہ مبارکپور جانے سے قبل جامعہ عربیہ ناگپور میں بھی مولانا مفتی عبد الرشید جیسے عالم باعمل سے کسب فیض کیا تھا۔

مولانا آپ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں آپ "حجاز" میں ایک صفحہ ضرور وقف کردیں۔

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

دینی و اشاعتی سرگرمیاں

(ادارہ)

بابری مسجد اور مسلمانانِ ہند

مسلمانانِ ہند اپنا یہ موقف بار بار واضح کر چکے ہیں کہ وہ بابری مسجد یا کسی بھی مسجد کا کوئی حصّہ نہ منتقل کر سکتے ہیں نہ ہی اس سے دستبردار ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کسی مسجد یا اس کے کسی حصّہ پر غاصبانہ قبضہ کر لیا جائے جب بھی وہ اس پر اپنی رضامندی کی مہر کسی حال میں ثبت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کی بازیابی کی آئینی و دستوری جدّوجہد ہمیشہ جاری رکھیں گے۔

دوسری جانب فرقہ پرست اور شرپسند عناصر بابری مسجد کا وجود ختم کر کے اس پر نام نہاد رام جنم بھومی کی تعمیر کیلئے کمربستہ ہیں۔ حق و انصاف اور تاریخ و عدالت کا خون کر کے اجودھیا کی سرزمین پر فاشزم کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت انھوں نے داؤ پر لگادی ہے۔ اور وہ ہندوستان کے دستور و آئین اور اس کے سیکولرزم کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دینا چاہتے ہیں۔

ماضی میں جو کچھ ہوا وہ ایک افسوسناک حقیقت ہے۔ لیکن اب مرکزی حکومت کو چاہیے کہ کوئی وقت ضائع کئے بغیر یو۔پی کی بھاجپا گورنمنٹ کو لگام دے کہ وہ کسی متنازعہ زمین کو ایکوائر نہ کر سکے۔ اور اپنے سرکاری اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کرے۔ اسی طرح وشو ہندو پریشد کو بھی اس کا پابند بنائے کہ وہ کسی متنازعہ زمین پر کوئی ناجائز تعمیر نہ شروع کر پائے۔ ساتھ ہی بابری مسجد کے تحفظ کے لئے ضرورت کے مطابق مرکزی فورس بھی تعینات کرے۔

سبھی انصاف پسند اور سیکولر پارٹیوں سے ہماری اپیل ہے کہ وہ ملک کے اتحاد و سالمیت کے پیشِ نظر اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر جرأت کے ساتھ میدان میں آئیں اور فسطائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مل جل کر مقابلہ کریں۔ ورنہ اس نازک موقع پر انتہا پسند لیڈر شپ اور تخریبی و سازشی عناصر کو کھلی چھوٹ دے دی گئی تو اس کا خمیازہ پورے ملک کو بھگتنا پڑے گا۔ اور آنے والی نسل ان کی اس کوتاہی اور غلطی کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔

(۱) علامہ ارشد القادری (صدر)
(۲) مولانا الیاس اختر مصباحی (نائب صدر)
(۳) مولانا عبید اللہ خاں اعظمی ایم پی (اسکریٹری جنرل)
(۴) مولانا محمد ادریس بستوی (جنرل سکریٹری)

جاری کردہ

فتح احمد بستوی مصباحی

انفارمیشن سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا کانفرنس

نورانی جشنِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بروز ۲۳ رجمادی الثانی ۱۴۱۳ھ بعد نمازِ عشاء مسجد فتحپوری میں حضرت مفتی محمد مکرم احمد شاہی امام و خطیب مسجد فتحپوری کی سرپرستی میں نورانی جشنِ صدیق اکبر کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا معظم احمد صاحب نائب امام مسجد فتحپوری کی تلاوت سے محفل شریف کا آغاز ہوا۔ ختم شریف، قل شریف، نعت خوانی کے بعد حضرت مفتی صاحب نے صدیق اکبر کے فضائل، مناقب، ایثار، مقام و مرتبہ کی عظمت پر جامع اور مدلل تقریر فرمائی۔ سامعین کثیر تعداد میں تھے بہت محظوظ ہوئے اور ان کے ایمان تازہ ہو گئے۔ شجرہ خوانی، اور دعا پر اختتام محفل ہوا۔ ملت اسلامیہ کے تحفظ اور

بقار، عروج وشوکت، امن وسلامتی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ عام لنگر شریف سے سامعین کی میزبانی کی گئی۔ بزم ارباب طریقت کے نوجوان رضاکاروں کے حسن انتظام کی تعریف کی گئی۔

محمود احمد محرر مسجد جامع فتحپوری دہلی

امام احمد رضا کانفرنس وسیمینار

۱۳/۱۴ اپریل ۱۹۹۲ء سرزمین لکھنؤ پر عظیم الشان امام احمد رضا کانفرنس وسیمینار کا انعقاد ہوا۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس کی صدارت حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی سابق ایم۔ پی اور آخری اجلاس کی صدارت حضرت مفتی اختر رضا قادری ازہری نے فرمائی۔

مولانا عبد المصطفےٰ صدیقی کنوینر کانفرنس وسیمینار کے خطبۂ استقبالیہ سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ مقرر خصوصی مولانا عبید اللہ اعظمی ممبر پارلیمنٹ وجنرل سکریٹری مسلم پرسنل لار کانفرنس تھے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے مشہور خطبار ومقررین رونق اسٹیج تھے۔ رفاہ عام کلب نزد سٹی اسٹیشن لکھنؤ کے وسیع وعریض میدان میں بعد نماز عشار کانفرنس کے دونوں اجلاس ہوئے۔

راجستھان گیسٹ ہاؤس (علی گنج لکھنؤ) میں ۱۴ اپریل کو دن میں سیمینار کی دو نشستیں ہوئی۔ یہیں پر علمار واصحاب قلم کے قیام وطعام کا بھی انتظام تھا۔

پہلی نشست کی صدارت حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبۂ افتار الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ اور دوسری نشست کی صدارت حضرت علامہ ارشد القادری صدر کل ہند مسلم پرسنل لار کانفرنس نے فرمائی۔ نظامت کے فرائض مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی لیکچرر ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی نے انجام دیئے۔ مہمان خصوصی صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے کانفرنس وسیمینار کے سبھی پروگراموں میں پوری دلچسپی کے ساتھ شرکت فرمائی۔

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

کانفرنس اور سیمینار میں ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے ایک سو سے زائد علمار ودانشور واصحاب قلم نے حصہ لیا۔

سیمینار میں مختلف موضوعات پر تقریباً پچاس مقالات ومضامین پیش کئے گئے۔

اس سیمینار میں اپنے مقالات ومضامین کے ذریعہ امام اہلسنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی دینی وعلمی خدمات کو اجاگر کرنے والے چند اصحاب قلم کے نام یہ ہیں۔

مفتی محمد شریف الحق امجدی، مفتی عبد المنان اعظمی، علامہ ارشد القادری، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مفتی شبیر حسین رضوی مصباحی۔ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری۔ سید ظہیر احمد زیدی، مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی، ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی، سید جلال الدین اسلم برکاتی، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی، مفتی نظام الدین رضوی مصباحی، سید شمیم گوہر مصباحی، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، مولانا ظہیر الدین قادری کان پوری، مولانا محمد ایوب مصباحی، مولانا بدر عالم مصباحی، مولانا شہاب الدین رضوی، ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، مولانا مبارک حسین مصباحی، مولانا عطار محمد مصباحی، مولانا محمد حسین خاں نیز راقم سطور فتح احمد بستوی مصباحی وغیرہم۔

سیمینار میں پیش کئے گئے مقالات ومضامین کی طباعت کی ذمہ داری رضا اسلامک مشن منکاپور روڈ، اترولہ گونڈہ۔ یوپی نے اپنے سر لی ہے۔ (فتح احمد بستوی مصباحی)

اجلاس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی

بتاریخ ۲۸/۲۹ اپریل ۱۹۹۲ء دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی یو۔ پی میں دو روزہ عظیم الشان اجلاس ہوا۔ جس میں ملک کے ممتاز علمار ومشائخ کرام نے شرکت فرمائی۔ خصوصیت کے ساتھ قائد اہلسنت حضرت شاہ احمد نورانی صدر جمعیۃ العلمار پاکستان اپنے دیرینہ تعلق اور مخلصین ومعتقدین کی دعوت پر اس اجلاس میں شرکت کے لئے پاکستان سے تشریف لائے تھے۔

ان کے علاوہ حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضرت

— علامہ ارشد القادری، حضرت مفتی اختر رضا ازہری، حضرت مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی، حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی، حضرت قاری محمد یحییٰ مبارکپوری، حضرت مفتی محمد جلال الدین امجدی، حضرت مولانا عبد الحفیظ مراد آبادی، حضرت مولانا محمد ادریس بستوی، حضرت مولانا القادر علوی، حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

دار العلوم علیمیہ کے وسیع صحن میں دونوں روز اجلاس ہوئے۔ اور فارغ ہونے والے علماء، قراء اور حفاظ کی آخری اجلاس میں دستار بندی ہوئی۔

ادھر چند سالوں سے دار العلوم علیمیہ کی تعمیر و ترقی کا جو بھی سلسلہ تیز رفتاری کے ساتھ شروع ہوا ہے۔ وہ سب استاد محترم حضرت مولانا عبد اللہ خاں عزیزی مدظلہ العالی کا مرہون منت ہے۔ اور آپ کی ذات سے علیمیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ علیمی لائبریری کے اندر آپ نے تفسیر و حدیث اور فقہ و تاریخ کا ایسا جامع اور مفید ذخیرہ جمع کر لیا ہے۔ جو دوسرے مدارس اہلسنت کے لئے قابل تقلید اور دار العلوم علیمیہ کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔

الحاج سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی صاحب دار العلوم علیمیہ کے روح رواں ہی نہیں بلکہ اس کے عاشق زار بھی ہیں۔ اور جنون کی حد تک انھیں علیمیہ سے لگاؤ اور تعلق خاطر ہے۔ اور ان کے دم قدم سے علیمیہ کی بہار بھی ہے۔ خدائے قدیر انھیں عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین

سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم و مغفور کے فرزند ارجمند مولانا معین الحق علیمی مصباحی اس وقت علیمیہ کے صدر اعلیٰ ہیں۔ اور تعلیمی و انتظامی امور کی درستگی نیز مالیاتی شعبہ کے استحکام سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اس کے فروغ کے لئے شب و روز کوشاں ہیں۔

(فتح احمد بستوی مصباحی)

دار العلوم نوری اندور کا سالانہ اجلاس

وسط ہند کی مرکزی درسگاہ دار العلوم نوری اندور میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کا جشن صد سالہ زیر صدارت نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا جمال رضا صاحب قبلہ مدظلہ، وزیر سرپرستی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت الحاج حافظ عبد الغفار صاحب بابا بتاریخ ۴ شعبان ۱۴۱۲ھ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔

جس میں کثیر تعداد میں علماء کرام، ائمہ مساجد اور فضلائے دار العلوم نوری شریک ہوئے۔ حضرت مولانا محمد عمران صاحب (بمبئی) حضرت مولانا مفتی محمد عثمان صاحب (نیپال) حضرت مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب (بہار) حضرت مولانا قاری عبد الرحمن صاحب (لکھیم پور۔ یو۔پی) نے اپنے ولولہ انگیز خطاب سے جلسۂ عام کو سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا شاکر القادری، حضرت مولانا لیاقت رضا صاحب، حضرت مولانا نجم الدین صاحب، حضرت مولانا مشتاق رضا صاحب، جناب حافظ قاری امین احمد صاحب اور حافظ قاری عبد الجبار صاحب نے نعت و مناقب کے گلدستے پیش کئے۔

اس مبارک و مسعود موقع پر دار العلوم سے فارغ ہونے والے طلبہ کو دستار و سند فراغت سے نوازا گیا۔ اخیر میں صدر جلسہ نے حضور مفتی اعظم کی حیات و خدمات پر بھرپور روشنی ڈالی اور یادگار مفتی اعظم ہند دار العلوم نوری کی نئی درسگاہ کی تعمیر کے لئے گیارہ سو روپے کی رقم عنایت فرمائی۔ اور

برادرانِ اہلسنت سے تعاون کی پُر زور اپیل کی نظامت کے فرائض حضرت مولانا محمد نورالحق صاحب نوری پرنسپل دارالعلوم نوری نے بحسن وخوبی انجام دیے تقریباً ۲½ بجے رات کو صلوٰۃ وسلام اور دعا کے بعد جشن کا اختتام ہوا۔

محمد بدرالدین راہی

دارالعلوم نوری۔ اندور۔ ایم پی

عرس امجدی۔ گھوسی

حسب سابق امسال بھی ۱؍۲؍ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۶/۵ مئی ۱۹۹۲ء کو عرس امجدی کا انعقاد ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں شیدایان ومعتقدین نے نابغۂ روزگار شخصیت خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور صدرالشریعہ الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان (مصنف بہار شریعت) کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کیا۔ بارگاہ امجدی سے منسوب دینی وعلمی ادارہ "جامعہ امجدیہ رضویہ" کے وسیع صحن میں دونوں شب بزم خطابت ومنقبت منعقد کی گئی جس میں متعدد علماء وعظام اور شعراء کرام نے تقریروں اور منقبتوں کے ذریعہ حضور صدرالشریعہ کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی، اوران کی دینی وعلمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ بالخصوص فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی اور شہزادۂ صدرالشریعہ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب (پاکستان) نے حضور فقیہ اعظم ہند کے حیات وخدمات کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا۔

حضرت مولانا علی احمد صاحب سیوانی نے نقابت کے فرائض انجام دیے۔

جامعہ امجدیہ رضویہ کے طلبہ کی طرف سے عربی پروگرام بھی پیش کیا گیا۔ جس میں طلبہ نے عربی تقریر اور عربی نعتیں پڑھیں۔

بفضلہ تعالیٰ وبطفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وبفیض حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان عرس کی تمام تقریبات بحسن وخوبی انجام پائیں۔

علاء المصطفیٰ قادری

مدیر اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو

عرس حافظ ملت۔ بھیونڈی

۷؍جنوری بروز منگل بعد نماز عشاء بمقام محلہ غیبی نگر الحاج عبدالحمید سیٹھ کے کارخانے کے پاس عرس حافظ ملت نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ منایا گیا۔ جس میں (۱) شہزادہ حضور حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (۲) فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ (۳) مفکر ملت حضرت مولانا محمد ادریس بستوی نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (۴) حضرت مولانا محمد قمرالحسن بستوی مصباحی سب سے آخر میں ہندوستان کے مشہور ومعروف شاعر جناب اجمل سلطانپوری وغیرہم نے خراج عقیدت پیش کیا۔

علاء الدین رضوی بستوی

بزم غلامان حافظ ملت غیبی نگر بھیونڈی

ضلع تھانہ مہاراشٹر

عرس چہلم۔ گیا

سراج السالکین حضرت العلامہ الشاہ سراج الہدیٰ علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۱؍مارچ ۹۲ء) کا عرس چہلم بتاریخ ۱۹؍اپریل ۹۲ء نہایت شان وشوکت سے منایا گیا۔ حسب پروگرام بعد نماز فجر قرآن خوانی شروع ہوئی اور یہ سلسلہ ایک بجے تک چلتا رہا۔ ایک بجکر پچیس منٹ پر قل شریف ہوا۔ بعد نماز مغرب چادر پوشی ہوئی۔ بعد نماز عشاء حضرت قاری بشیرالدین صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے جلسے کا آغاز ہوا بعدہٗ نعت خوانی اور علمائے کرام کی تقاریر ہوئیں۔ اور حضرت شیخ الاسلام سید محمد میاں مدنی قبلہ وحضرت مولانا تجمل ہدیٰ قادری کے مقدس ہاتھوں

سے سجادہ نشین حضرت مولانا نعیم الہدیٰ قادری کی خرقہ پوشی عمل میں آئی۔ اس اجلاس میں ملک وملت کے مشاہیر علمائے کرام نے متعدد موضوعات پر قوم سے خطاب فرمایا، نیز حضرت سراج ملت کی شخصیت پر روشنی ڈالی، شیخ الاسلام حضرت سید محمد مدنی میاں قبلہ نے فرمایا کہ سراج ملت ہدایت کے سراج منیر تھے۔ جو قبر میں روپوش تو ہوگئے ہیں بجھے نہیں ہیں۔

نائب مفتی اعظم حضرت مفتی شریف الحق امجدی الجامعۃ الاشرفیہ نے فرمایا کہ حضرت سراج ملت کی زندگی کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا حضرت موصوف ایک جامع الصفات بزرگ تھے۔

حضرت علامہ خادم رسول صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ سراج ملت علیہ الرحمۃ جید علماء کے درمیان ایک نمایاں مقام رکھتے تھے حضرت کا وصال ایک ایسا عظیم سانحہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

مولانا ریاض الدین صاحب قبلہ نے فرمایا کہ "حضرت سراج ملت صوبہ بہار میں اہلسنت کے مرکز عقیدت تھے حضرت کا وصال ملت کا ایک عظیم سانحہ ہے۔

اخیر میں خطیب اہلسنت حضرت مولانا جمال احمد خاں قادری مائک پر تشریف لائے اور بیت الانوار سے اپنے گہرے مراسم کا اظہار فرمایا۔

وقت کی تنگی کے باعث دیگر مقررین وخطباء مولانا لیس اختر مصباحی مدیر ماہنامہ حجاز نئی دہلی، حضرت مولانا رکن الدین، خطیب ملت حضرت مولانا حنیف صاحب قبلہ، کلکتہ، حضرت مولانا نصیر الدین صاحب وغیرہ علمائے کرام کی تقریریں نہ ہوسکیں۔ اس عظیم اجلاس میں شاعر اسلام خوشتر سہسرامی، بلبل بہار شفیق بدر جھریاٹلیا نے بھی حضرت سراج ملت کی شان میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اس طرح حضرت مولانا تجمل ہدیٰ قادری کی دعا پر اس عظیم الشان اجلاس کا اختتام ہوا۔ خطیب اہلسنت حضرت مولانا سید اقبال احمد نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور خانقاہ بیت الانوار سے چلائی جانے والی ہر تحریک کے لئے اپنے علمی تعاون کی یقین دہانی فرمائی۔

واضح رہے کہ اس موقع پر حضرت صاحب سجادہ کی قیادت میں دار القلم دہلی کی شاخ کے قیام کا اعلان بھی مولانا محمد عمر نورانی نے کیا۔ قوم سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نورانی نے فرمایا کہ "ان شاء اللہ دار القلم کی شاخ صوبہ بہار میں ایک خوش آئند مستقبل کا عکس جمیل پیش کرے گی۔

محمد فہیم الہدیٰ قادری
بیت الانوار۔ گیا۔

مولانا محمد طیب خان کا انتقال پرملال

دار العلوم منظر حق ٹانڈہ کے موجودہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد طیب خاں صاحب اپنے آبائی وطن ضلع بہرائچ شریف میں ۲۶ر فروری ۱۹۹۲ء مطابق ۲۱ر شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ کو بوقت ۸½ بجے شب اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کے سبب انتقال فرماگئے۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

آپ کے بھانجے اور داماد حضرت مولانا عارف اللہ مصباحی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

حضور احمد منظری
جامع مسجد۔ شاہجہاں پور۔ یو۔پی

دار العلوم قادریہ چریاکوٹ میں یاد رفتگاں

مورخہ ۱۵ر شوال المکرم ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۰ر اپریل ۱۹۹۲ء بعد نماز ظہر دار العلوم قادریہ چریاکوٹ میں بسلسلہ ایصال ثواب حضرت مولانا بدر الدین صاحب رضوی گورکھپوری مصنف سوانح اعلیحضرت وفیض الادب وجواہر المنطق وتعمیر ادب وشیخ الحدیث دار العلوم غوثیہ بڑھیا بستی۔ وحضرت مولانا کاظم علی صاحب عزیزی شیخ الحدیث مدرسۃ السلام بسڈیلہ ضلع بستی۔ وحضرت مولانا سراج الہدیٰ صاحب گیاوی سجادہ نشیں بیت الانوار گیا وبانی عین العلوم گیا۔ وسید ریاست علی صاحب قادری بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی وحضرت مولانا شاہ صدیق صاحب مہتمم فیض الرسول براؤں شریف

بستی رحمہم اللہ تعالیٰ محفل قرآن خوانی منعقد ہوئی بعد نماز عصر مذکورہ بالا شخصیات کی حیات طیبہ وخدمات دین پر حضرت مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ نے مختصر مگر جامع تقریر فرمائی۔ جلسہ میں طلبہ کے علاوہ دارالعلوم کے اساتذہ نے بھی شرکت کی۔ فاتحہ خوانی کے بعد حضرت مولانا نعمانی صاحب قبلہ کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

منظور احمد مصباحی
دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ ضلع مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

ورلڈ اسلامک مشن، بدایوں

ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا شاخ اترپردیش کی ایک نشست مشن کے صوبائی دفتر میرانجی صاحب بدایوں شریف میں منعقد ہوئی جس میں باتفاق رائے، مندرجہ ذیل فیصلے ہوئے۔

۱۔ بیت المال کے قیام کو یقینی بنانے کے لئے ممبران اپنا فطرہ چرم قربانی وغیرہ مشن میں جمع کریں گے اور اپنے قریبی لوگوں سے بھی وصول کریں گے۔

۲۔ ممبران کی تعداد بڑھانے کے لئے ممبران کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ اگلی میٹنگ سے پہلے کم از کم پانچ ممبر بنائیں گے۔

۳۔ تبلیغی نظام کو قائم کرنے کے لئے ہر اتوار کو دس بجے سے گیارہ بجے تک اصلاحی وتربیتی اجلاس منعقد ہوگا اس کی شروعات ۲۳ فروری سے ہوگی اس اجلاس کے موضوعات درس قرآن، درس حدیث، درس فقہ ہیں۔

۴۔ تعلیمی ترقی کے لئے بچوں کے انعامی مقابلے ہوں گے محنتی اساتذہ کو مالی تعاون بھی پیش کئے جائیں گے۔

ورلڈ اسلامک مشن اترپردیش کے زیر اہتمام شائع شدہ کتب

۱۔ ایمان وعقائد
جس میں بنیادی عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت ۵۰۔۱

۲۔ مشعل راہ
مشن کے ارکان کی تربیت کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔ جس میں ان بنیادی نکات کو بتایا گیا ہے جو کسی تنظیم کی بقا اور ترقی کے لئے لازمی ہیں۔
زر تعاون ۵۰۔۱

۳۔ کامن سول کوڈ کے پیچھے کیا سازش ہے؟
جس میں وی ٹی راج شیکھر نے نکاح وطلاق وغیرہ اسلامی مسائل کی ہندو مذہب کے مقابلے میں حمایت کی ہے۔
قیمت ۵۰۔۲

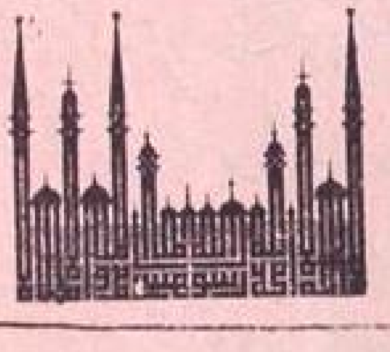
۴۔ فضائل رمضان
قیمت ۵۰ پیسے

محمد لائق علی رضوی ناظم اطلاعات ونشریات
ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا اترپردیش بدایوں

لاٹری کیا ہے؟

لاٹری جوا کی طرح پھیلتی اور گھن کی طرح معاشرے کو برباد کرتی جارہی ہیں شرعی نقطہ نظر سے اس کا کیا حکم ہے۔ اور اس کے کیا کیا نقصانات ہیں یہ جاننے کے لئے لاٹری کیا ہے نامی کتاب دس روپے کے منی آرڈر بھیج کر گھر بیٹھے منگائیں خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھ کر سنائیں۔ ائمہ مساجد حضرات خاص طور سے توجہ دیں اور جمعہ کے روز اس کو پڑھ کر قوم کو سنائیں اور اس لعنتی کام سے بچنے کی تلقین کریں۔

پتہ:۔ منیجر دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ ضلع مئو۔ یو۔پی ۲۷۶۱۲۹



بقیہ صفحہ ۴۱ انداز خیال

تو نہیں جمائی جاتی ہے ہمیں یقین ہے کہ جیسے جیسے وقت گزرے گا انجم صاحب اپنے اوزاروں پر دھار رکھتے چلے جائیں گے اور ان کے تجربہ اور تحلیل کی مثالیں بھی ہمارے سامنے آئیں گی۔ میں آپ سب حضرات کی طرف سے انجم صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔

دہلی میں اہلسنت کی کتب کا ادارہ

فاروقیہ بک ڈپو

422/C مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶

اسمائے کتب	قیمت
سنی فضائل اعمال	۹۰/۰۰
آداب سنت	۶۰/۰۰
سرور القلوب	۵۵/۰۰
نعیمی خطبات از اول تا سوم	۹۰/۰۰
خلفائے رسول	۲۵/۰۰
اسلامی عقائد	۲۵/۰۰
تعمیر ادب از قاعدہ تا پنجم	۲۲/۷۵
نسیم رحمت مکمل	۱۰/۵۰
شمع ہدایت مکمل	۲۶/۵۰
عجائبات معراج	۶/۰۰
سنی السعد	۲/۵۰
اسلام اور جدید ایجادات	۱۵/۰۰
احادیث اور معاشرہ	۱۰/۰۰
کریما سعدی	۱/۵۰
یسرنا القرآن کلاں	۵/۰۰
شمع شبستان رضا	۴۰/۰۰
جاء الحق	۵۵/۰۰
خطبات برطانیہ	۲۵/۰۰
سیرۃ رسول عربی	۷۰/۰۰
بارہ تقریریں	۲۵/۰۰
مقالات نعیمی	۱۰/۰۰

اسمائے کتب	قیمت
شان خطابت	۱۵/۰۰
فیصلہ حق و باطل	۱۰/۰۰
فارسی قاعدہ	۳/۵۰
مذہب اسلام	۳/۵۰
تحائف حنفیہ	۳/۵۰
اسلامی زندگی	۱۲/۰۰
اوراق غم	۴۰/۰۰
ذوق نعت	۱۰/۰۰
انوار الحدیث اردو	۴۵/۰۰
انوار الحدیث ہندی	۳۰/۰۰
حدائق بخشش کلاں	۳۰/۰۰
سنی بہشتی زیور	۴۵/۰۰
مکاشفۃ القلوب	۶۰/۰۰
کشف المحجوب	۵۵/۰۰
سبع سنابل شریف	۴۵/۰۰
جنتی زیور	۵۰/۰۰
سچی نماز اردو	۱۲/۰۰
سچی نماز ہندی	۶/۰۰
اسلامی زندگی ہندی	۱۲/۰۰
ہمارے حضور ہندی	۸/۰۰
ہمارے حضور اردو	۱۰/۰۰

اسمائے کتب	قیمت
خطبات ربانی مکمل	۲۶/۰۰
خطبات ہاشمی مکمل	۱۲/۰۰
انوار شریعت اردو	۱۰/۰۰
انوار شریعت ہندی	۱۰/۰۰
خطبات محرم	۵۰/۰۰
بہار شریعت مکمل	
جامع کرامات اولیاء	۱۱۰/۰۰
ہشت بہشت	۱۱۰/۰۰
بہجۃ الاسرار	۷۰/۰۰
شام کربلا	۳۸/۰۰
بیس تقریریں	۴۰/۰۰
خطبات اعظمی مکمل	۲۷/۰۰
نورانی تعلیم مکمل	۲۰/۰۰
فقہی پہیلیاں	۳۰/۰۰
مقالات کاظمی	۲۵/۰۰
شان حبیب الرحمٰن	۶/۰۰
سوانح کربلا	۱۰/۰۰
سفینۂ نوح	۲۰/۰۰
عرش پر فرش	۲۵/۰۰
حضرت امیر معاویہ	۳۰/۰۰
احکام شریعت	۳۰/۰۰

نوٹ :- اپنی مطبوعات کے علاوہ دیگر اداروں کی مطبوعات مناسب ہدیہ پر دستیاب ہیں

فاروقیہ بک ڈپو 422/C مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶